Regd No. [illegible]

رجسٹرڈ نمبر ایل ۶۷

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ

بدر

قادیان

ایڈیٹر: محمد حفیظ بقاپوری

شرح چندہ سالانہ
چھ روپے
ششماہی
۳ روپے ۵۰
ممالک غیر
۷ روپے ۵۰
فی پرچہ ۱۳ نئے پیسے

جلد ۱۰	۲۸ ر تبوک ۱۳۴۰ھش ۱۷ ر ربیع الثانی ۱۳۸۱ھ ۲۸ ر ستمبر ۱۹۶۱ء	نمبر ۳۹

اخبار احمدیہ

نخلہ ۲۲ ر ستمبر بوقت ۱/۲ ۱۱ بجے قبل دوپہر) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کی طرف سے اخبار الفضل میں شائع شدہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ

"میں حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب کی بیماری اور پھر وفات کے سلسلہ میں لاہور اور ربوہ گیا ہوا تھا کل واپس آ کر حضور کو دیکھا ہے۔ حضرت نواب صاحب کی وفات کا حضور کی طبیعت پر بہت اثر اور صدمہ ہے۔ اس کے باعث کافی کمزوری اور ضعف ہے۔ آج رات نیند نسبتاً بہتر آئی تھی۔

احباب آجکل خاص طور پر دعاؤں میں لگے رہیں تا اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور رحم کے ساتھ حضور کو کامل شفا عطا فرمائے۔ آمین۔

قادیان ۲۶ ر ستمبر۔ محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب مع اہل وعیال بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ محترم صاحبزادہ صاحب مورخہ ۲۳ ر ستمبر کی شام کو پاکستان سے بخیریت واپس تشریف لے آئے تھے فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

یورپ میں اسلام کی روز افزوں ترقی

وہاں کے عیسائی حلقوں کا اضطراب

انیسویں صدی کے اواخر میں جب حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ اسلام کو دنیا بھر میں پھر غالب کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اب دنیا کی تمام قومیں ایک ایک کر کے اسلام میں داخل ہوں گی حتیٰ کہ مغرب کی عیسائی اقوام کے لئے بھی اسلام کی صداقت کو تسلیم کرنے اور اس پر دل و جان سے ایمان لانے کے سوا چارہ نہ رہے گا تو عین اس زمانہ میں امریکہ کے ایک نامی گرامی پادری ڈاکٹر جان ہنری بیروز ڈی ڈی نے جو عیسائیت کے پرچار کی غرض سے برصغیر کے طوفانی دورے پر ہندوستان آئے ہوئے تھے اپنے ایک لیکچر میں اسلام کا نہایت حقارت سے ذکر کرتے ہوئے اعلان کیا۔

"اسلام ایک مشرقی مذہب ہے یہ مغرب کی فضاء میں سانس لے ہی نہیں سکتا اور نہ ہمارے مغربی ذہن اور مزاج کو یہ کبھی راس آسکتا ہے"۔

(بیروز لیکچرز صفحہ ۲۱ مطبوعہ مدراس ۱۸۹۷ء شائع کردہ دی کرسچین لٹریچر سوسائٹی فار انڈیا)

جب ڈاکٹر بیروز نے کمال درجہ تعلّی کے رنگ میں یہ دل خراش اعلان کیا ہے تو فی الواقعہ مغرب میں اسلام پھیلنے کا خفیف سے خفیف امکان بھی موجود نہ تھا اور بظاہر اُن کی یہ تعلّی درست معلوم ہوتی تھی۔ لیکن کیے معلوم تھا کہ مغرب میں اسلام کے غالب آنے کی پیشگوئی کسی انسان کی اپنی قیاس آرائی نہیں بلکہ خدائے قدوس کے منہ سے نکلی ہوئی بات ہے۔ کیونکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے براہ راست اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر ہی دنیا کو اسلام کے غالب آنے کی خوشخبری سنائی تھی۔ ابھی اس اعلان پر بمشکل ساٹھ پینسٹھ سال ہی گذرے ہیں۔ کہ اسلام مغرب کی اُسی سرزمین میں پھیلنا شروع ہو گیا ہے جس کے بارہ میں ڈاکٹر بیروز نے کہا تھا کہ یہ اسلام کے حق میں انتہائی سنگلاخ اور جان لیوا ثابت ہوگی آج مغرب میں اسلام کی پیشقدمی اور روز افزوں ترقی کو دیکھ کر وہاں کے عیسائی حلقوں میں بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑ رہی ہوئی ہے۔ اور وہ حیران و پریشان ہیں کہ یہ ناممکن بات کیسے ممکن ہو گئی۔ ثبوت کے طور پر ذیل میں ہم سوئٹزر لینڈ کے مشہور روزنامے "Berner Tagblatt" کے ایک نوٹ کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جو اُس نے "دی احمدیہ موومنٹ" کے زیر عنوان اپنی ۱۱ ر جون ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے۔ اگرچہ اپنے اس نوٹ میں وہ جگہ جگہ تعصب کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکا ہے تاہم اس سے اتنا ضرور ظاہر ہو جاتا ہے کہ آج جماعت احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی جدوجہد کے نتیجے میں مشرق و مغرب میں اسلام کو جو سربلندی حاصل ہو رہی ہے اُس پر عیسائی دنیا کو کس قدر پریشانی اور اضطراب لاحق ہے اور وہ اس جماعت کی تبلیغی جدوجہد سے کس درجہ خطرہ محسوس کر رہی ہے۔

اخبار مذکور رقمطراز ہے:-

"کبھی اس خیال کے پیش نظر کہ تحریک احمدیت کا آغاز (جیسا کہ اس کے عجیب و غریب نام سے بھی ظاہر ہے) ہندوستان ایسے دور دراز ملک سے ہوا ہے۔ ہم میں سے بعض لوگ یہ نہ سمجھ لگیں کہ اس تحریک سے ہمیں کیا تعلق یا واسطہ ہو سکتا ہے۔ اس ضمن میں ہم کو یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آجکل کی دنیا میں فاصلوں کی دوری اور بُعد کا سوال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ آجکل تو طویل سے طویل فاصلہ بھی قریب ترین فاصلہ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ خود اس ملک میں جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشن کا وجود اس کا بیّن ثبوت ہے کیا اس کے نتیجہ میں زیورک میں خود ہمارے اپنے درمیان ایک اسلامی عبادت گاہ یعنی مسجد کی تعمیر ممکن ہوتی نہیں دکھائی دے رہی؟ پھر آج سے چودہ سال قبل یہ بات بھی کچھ کم سنسنی پھیلانے کا موجب نہ ہوئی تھی کہ جب ۱۹۴۷ء میں تین ہندوستانی باشندوں نے یہاں "زیورک لوائزرائفل شوٹنگ" کے موقع پر باتصویر اشتہارات تقسیم کئے تھے۔ ان اشتہارات کا عنوان تھا "مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے! ہندوستان میں اُن کے مقبرہ کی دریافت۔ اشتہار کے متن میں لکھا تھا کہ مسیح ناصری واقعہ صلیب کے بعد نہایت پُراسرار طریق پر روپوش ہو گئے تھے۔ یہودیوں کے نزدیک اُن کا صلیب دیا جانا اُن کے دعوےٰ مسیحیت کے بطلان پر مہر دال تھا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ انہوں نے تو بنی نوع انسان کے گناہوں کی پاداش میں کفارہ کے طور پر اپنی جان دی۔ اس بارہ میں یہودی اور عیسائی دونوں غلطی پر ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مسیح کو اس حال میں صلیب پر سے اتارا گیا تھا کہ اُن پر بیہوشی طاری تھی۔

اس زمانہ کے مامور احمد (علیہ السلام) آف قادیان نے دُنیا میں مبعوث ہو کر اعلان کیا کہ مسیح (علیہ السلام) صلیب کے اثرات سے صحتیاب ہو گئے تھے۔ پھر انہوں نے ہندوستان کا سفر اختیار کیا وہاں پہنچ کر اپنے پیغام کی اشاعت کی، بالآخر طبعی موت سے وہیں وفات پائی۔ اور کشمیر میں دفن ہوئے۔ احمد (علیہ السلام) کو اپنے اس انکشاف کا آسمانی ثبوت بھی مل گیا اور وہ اس طرح کہ آپ قبر مسیح کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئے۔ آپ نے "یوز آسف" نامی ایک مسلمان ولی کی قبر دریافت ہونے پر اس کے نام کو "یسوع آسف" میں تبدیل کر دیا اور دعویٰ یہ کیا کہ اس کے معنی ہیں "یسوع ۔ لوگوں کو اکٹھا کرنے والا"۔ اس طرح جو مقبرہ دریافت ہوا اسے مسیح ناصری کا مقبرہ ثابت کر دیا گیا۔

یہ احمد (علیہ السلام) کون تھے؟ سو یہ یاد رہے کہ آپ کا پورا نام مرزا غلام احمد تھا۔ آپ ۱۸۳۵ء کے قریب ہندوستان کے قادیان نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ نے ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔ اپنی جوانی کے ایام میں آپ نے عیسائیت نیز زمانۂ جدید کی متعدد اصلاحی تحریکوں کے خلاف زوردار مضامین لکھے تھے اور اس طرح مسلمانوں میں کافی مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ بعد ازاں آپ نے لوگوں سے بیعت لے کر انہیں باقاعدہ اپنے حلقۂ ارادت میں شامل کر لیا۔ ۱۸۹۱ء میں آپ نے دعویٰ کیا کہ خدا نے بذریعہ الہام آپ کو خبر دی ہے کہ مسیح ناصری جن کی آمد ثانی کے مسلمان اور عیسائی دونوں ہی منتظر ہیں وفات پا چکے ہیں۔ اور اب وہ خود اس دنیا میں دوبارہ واپس نہیں آسکتے۔ جہاں تک ان کی آمد ثانی کا تعلق ہے اس سے مراد صرف یہ تھی کہ ایک ایسا شخص دنیا میں مبعوث ہوگا جو مسیح کی خو بُو اور صفات کا حامل ہوگا۔ احمد (علیہ السلام) کا دعویٰ یہ ہے کہ آپ خود اسی حیثیت سے دُنیا میں مبعوث ہوئے ہیں۔ اگرچہ آپ کی تعلیم کے بعض پہلوؤں کی بناء پر کٹر ارباب (باقی صفحہ [illegible])

لک صلاح الدین ایم۔ اے پرنٹر و پبلشر نے رامآرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان — مورخہ ۲۸ ستمبر ۱۹۶۱ء

ایک زرّیں اصول

"اپنے بھائی کے لئے وہی پسند کرو جو تم اپنے لئے پسند کرتے ہو"

کیا جامع اور پیارا اصول ہے۔ جو اس فرمان نبویؐ میں بیان کیا گیا ہے۔ اس بات کو ایک دوسرے انداز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا کہ

"لا یؤمن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ"

تم میں سے کوئی شخص حقیقی مومن کہلانے کا مستحق نہیں بن سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے"

گویا رسول اللہ نے مذ ہلاقی پہلو سے مومن و غیر مومن میں جس چیز کو مابہ الامتیاز قرار دیا وہ یہی ہے جسے ایک فارسی مقولہ ہرچہ بخود مپسندی بر دیگراں مپسند میں بیان کیا گیا ہے۔

اس بارہ میں کسی لمبی چوڑی تشریح و تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں ہر شخص اس کسوٹی پر اپنے ایمان کی پختگی کا امتحان کر سکتا ہے۔ اور اپنے بنی نوع کے ساتھ برتاؤ کے وقت اس چیز کو اپنے سے مشعل راہ بنا سکتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس سے دنیا کے بیشتر جھگڑے ختم ہو جاتے اور باہمی دیزش کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند ہو جاتے ہیں۔ کاش دنیا کی آنکھیں کھلیں اور اس گرانقدر نعمت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اور انسانیت کی لاج رکھتے ہوئے اپنے بنی نوع کے صحیح مقام و مرتبہ کو پہچاننے کی طرف متوجہ ہوں۔

اسی سلسلہ کی گذشتہ سے پیوستہ اشاعت میں ہم نے معاصر الجمعیۃ دہلی کا ایک شذرہ نقل کیا تھا۔ جس کا ماحصل مطلب بھی یہی تھا معاصر نے مسلم فرقوں کی باہمی آویزش اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے صادر کرنے کی غیر مستحسن صورت حال کے ذکر پر لکھا:۔

"جو لوگ اس نازک دور میں بھی کفر سازی کے کارخانے کھول رہے ہیں انہیں امت کا بہی خواہ قرار نہیں دیا جا سکتا ... اگر ایک فرقہ چاہتا ہے کہ دوسرے اس کے خیالات و معتقدات کا احترام کیا جائے۔ تو اسے بھی دوسرے کے خیالات کا احترام کرنا چاہیئے"

آگے چل کر معاصر نے ایک زود اثر نسخہ کے عنوان سے ذرا تفصیل کے ساتھ ایک اصولی بات پیش کی ہے۔ لکھا ہے:۔

"اگر یہ اصول تسلیم کر لیا جائے کہ کسی قول کی تشریح وہی معتبر ہوگی جس کا اظہار اس کے قائل کی طرف سے ہوگا تو آج تمام مذہبی تفرقے آن کی آن میں ختم ہو سکتے ہیں"۔

"فساد کی جڑ یہ ہے کہ ایک فرقہ خود ہی دوسرے فرقہ کی طرف بعض باتیں منسوب کرتا ہے اور پھر ان پر جھگڑنا شروع کر دیتا ہے کسی فرقہ کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسرے فرقہ کی طرف کوئی بات منسوب کرے منسوب کرنے سے پہلے خود اسی سے دریافت کرنے کہ وہ اس کی کیا تشریح کرتا ہے"۔

"مگر غضب تو یہ ہو رہا ہے کہ ـــ وہابی ـــ کہتا ہے کہ میرا یہ عقیدہ اور مسلک نہیں مگر مخالف کہتا ہے کہ تو ہزار انکار کرے مگر تیرا یہی عقیدہ ہے جو میں تیری طرف منسوب کر رہا ہوں"

(الجمعیۃ دہلی ۸/۶/۶۱)

تجویز تو قابل قدر اور لائق تقلید ہے۔ مگر عمل کے لحاظ سے شاید مشکل ترین ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں سے اس پر عمل کی توقع کی جاتی ہے اُن کا مزاج کچھ اس قسم کا بن چکا ہے کہ انہیں اپنے فرقہ کی اصل خوبیاں بیان کرکے اپنے حلقہ اثر کو بڑھانے کی بجائے دوسروں کے متعلق خود تراشیدہ الزامات لگانے اُن کو بُرا بھلا کہنے میں زیادہ لذت محسوس ہوتی ہے۔ مقام غور ہے کہ اگر بموجب ارشاد نبوی ذکرك اخاك بما یکرہ لا اپنے بھائی کا اس انداز میں تذکرہ جسے وہ ناپسند کرے) غیبت میں داخل ہے۔ تو ایسے الزامات جن کی صحت ہی سرے سے مشکوک ہے بہتان ہی کہلائیں گے!! اب بتایئے کہ اس طریق سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچا۔ اس وقت ساری دنیا کی نگاہیں اسلام کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ لیکن اگر اپنا یہ حال ہو کہ مسلم فرقے ہی ایک دوسرے کو دائرہ اسلام سے خارج کرنے اور اُسے کافر بنانے میں لگے ہوئے ہوں تو اسلام کی طرف کیا کریں گے۔ اور ان کے اس نمونہ کو دیکھ کر غیر مسلم دنیا اسلام کی طرف کیسے راغب ہوگی!!

سچے دل سے اسلام کی خدمت و اشاعت کا تقاضا ہے کہ معاصر الجمعیۃ کی بات کو جلد از جلد اپنایا جائے۔ جہاں تک احمدیہ جماعت کا تعلق ہے وہ مدت سے اسی بات کو پیش کرتی چلی آرہی ہے کہ یہ طریق سراسر غلط ہے کہ کسی مخالف فرقہ کے معتقدات و نظریات کی تشریح خود سے کرنا شروع کر دی جائے اور وہ بھی اُسی کے اپنے معتقدات کے برعکس!! ہمارے خیال میں اس بے انصافی کا عالمی سطح پر سب سے زیادہ شکار "اسلام" اور اس کے مقدس بانی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی ہے۔ جبکہ پچھلے زمانے میں یورپین مصنفین نے اسی طریق پر اسلام اور بانی اسلام کو اپنے تراشیدہ الزامات کا نشانہ بنایا اور اس زمانہ میں مسلم فرقوں کے لحاظ سے احمدیہ جماعت پر اسی ہتھیار کی مشق کی جا رہی ہے کسی غیر مسلم کی کتاب اُٹھا کر دیکھ لیں مخالفت کا یہ طریق اسی میں برتا گیا ہے۔ احمدیت کی مخالفت میں آج مسلمان کہلانے والے اُسی پر قدم مار رہے ہیں۔ اپنے مخالفانہ زورِ بیان سے احمدیت کے متعلق وہ وہ باتیں بیان کرتے ہیں کہ جن کی حقیقت بے شمار مواقع پر بیان ہو چکی ہے۔ اور باوجود وضاحت کے بقول معاصر:۔

"مخالف کہتا ہے کہ تو ہزار انکار کرے مگر تیرا یہی عقیدہ ہے جو میں تیری طرف منسوب کر رہا ہوں"

حتیٰ کہ سادہ لوح مسلمانوں کو احمدیت سے برگشتہ کرنے کے لئے بہت سی عجیب و غریب باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ حالانکہ ان کی کچھ بھی اصلیت و حقیقت نہیں مثلاً کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا قرآن اور ہے ان کی نماز بھی اور ہے۔ یہ لوگ مکہ شریف حج کے لئے نہیں جاتے (باقی صفحہ پر)

قطعہ تاریخ بر وفات حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحبؓ

(از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ)

ہائے نواب زادے محمد عبد اللہ خاں دامادِ مسیح موعود چل بسے

۱۳ ھ ۸۱

ہائے افسوس ہوئے فوت میاں عبد اللہ
بسکہ تھے حضرت مغفور کے داماد اکمل

لب سے بے ساختہ نکلا مرے انا للہ
غفر اللہ لہٗ سال ہے رحلت کا آہ

۱۳ ھ ۸۱

حضرت نواب محمد عبد اللہ خانصاحب کی وفات پر لجنہ اماء اللہ قادیان کی قرارداد تعزیت

لجنہ اماء اللہ قادیان کا ایک غیر معمولی اور خاص اجلاس مورخہ ۲۳/۹/۶۱ کو منعقد ہوا۔ جس میں حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحبؓ کی وفات حسرت آیات پر رنج اور غم کا اظہار کرنے کے لئے حسب ذیل قرارداد پاس کی گئی:۔

"لجنہ اماء اللہ قادیان حضرت نواب محمد عبد اللہ خاں صاحبؓ جن کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دامادی اور صحابیت اور مقام قرب کا شرف حاصل تھا کی وفات پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کرتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات نہ صرف خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خاندان حضرت نواب محمد علی خانصاحبؓ کے لئے رنج دہ اور اندوہناک ہے بلکہ ساری جماعت کیلئے بھی ایک المناک حادثہ اور قومی نقصان کا باعث ہے بالخصوص دخت کرام حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کے لئے۔

حضرت نواب صاحبؓ نہ صرف اہل بیت اطہار حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام میں شمولیت کی وجہ سے بلند مقام پر فائز تھے بلکہ اپنی ذاتی نیکی، تقویٰ اور خلوص نیز خدمت دین کے قابل تقلید جذبہ کی وجہ سے بھی آپ کا مقام بہت ارفع تھا۔ آپ نے رہا سا ان تکلیف دہ بیماری میں نہایت صبر و رضا سے گذارے اور حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا نے اس لمبے عرصے میں آپؓ کی خدمت اور دیکھ بھال کا پورا پورا حق ادا کیا جزاھا اللہ احسن الجزاء۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ حضرت نواب صاحبؓ کو اعلیٰ علیین میں اپنے آقا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے جوار میں جگہ عطا فرمائے اور جملہ افراد خاندان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو صبر جمیل اور ساجر جزیل عطا فرمائے۔ اور سب کا حافظ و ناصر ہو۔ آمین

خاکسار صادقہ خاتون قریشی صدر لجنہ اماء اللہ قادیان

خطبہ جمعہ

محض احمدی کہلانا ہرگز کافی نہیں اصل چیز یہ ہے کہ تمام اسلامی احکام پر عمل کرنیکی کوشش کی جائے

اچھے اخلاق دکھلاؤ۔ دوسروں سے ہمدردی کرو اور ہر ایک کو اس کا حق دلانے کی کوشش کرو

اگر کوئی اپنے عہدے اور اپنی پوزیشن سے ناجائز فائدہ اُٹھاتا ہے تو وہ خلاف اسلام حرکت کرتا ہے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۲۱ مارچ ۱۹۵۲ء بمقام ناصر آباد سٹیٹ سندھ

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

میں آج اپنے ذہن میں خطبہ جمعہ کے لئے ایک مضمون تجویز کر کے آیا تھا لیکن

جب مسجد میں داخل ہوا

تو میں نے دیکھا کہ آج لوگ معمول سے زیادہ آئے ہوئے ہیں۔ اور اب جو میں خطبہ کے لئے کھڑا ہوا تو یکدم میرا ذہن ایک ایسی بات کی طرف چلا گیا جسے لوگ عام طور پر مضحکہ خیز سمجھتے ہیں۔ لیکن اس موقعہ پر وہ بالکل چسپاں نظر آتی ہے۔ میں سوچ رہا تھا کہ آج لوگ زیادہ تعداد میں کیوں آئے ہیں۔ اس پر میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ جس طرح رمضان المبارک میں جمعۃ الوداع کے موقعہ پر قریباً تمام کے تمام لوگ مساجد میں آجاتے ہیں۔ اسی طرح ہماری جماعت کے دوست بھی آج

ہمیں وداع کرنیکے لئے

آئے ہیں۔ کیونکہ ہمارا یہ اس سفر میں آخری جمعہ ہے۔ انہوں نے خیال کیا کہ چلو اپنے خلیفہ کو الوداع کہہ آئیں۔ مجھے اس وداع پر ہنسی آتی ہے۔ کیونکہ جیسے دوسرے لوگ خواہ سارا سال نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں وہ جمعۃ الوداع میں حاضر ہو جاتے ہیں۔ اور سمجھ لیتے ہیں کہ انہوں نے سارے سال کی نمازیں ادا کر لی ہیں۔ اور ان کے سارے گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ اسی طرح اس علاقہ کے دوستوں نے بھی خیال کر لیا۔ کہ اب یہ لوگ جانے لگے ہیں۔ چلو انہیں وداع کر آئیں۔ لیکن اس وداع سے کیا بنتا ہے

اصل چیز تو یہ ہے

کہ اسلام کی تعلیم پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے۔ اچھے اخلاق دکھائے جائیں اور اسلامی تمدن کو دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم ان چیزوں سے ابھی دور نظر آتے ہیں۔ وہی بزنس دشوت والی بات۔ حاکم و محکوم اور افسر و ماتحت والی بات جو دنیا کے لئے عذاب کا موجب بن رہی ہے۔ ہم میں سے بعض میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ کم تعلیم یافتہ ہیں یا انہیں کوئی فن نہیں آتا وہ چھوٹے کام کرنے پر مجبور ہیں۔ ان کی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ جن لوگوں کے سپرد کام کئے جاتے ہیں۔ ان کو بھی یہ سمجھانے کی ضرورت ہے۔ کہ وہ اپنے آپ کو انسان تصور کریں۔ جب تک دونوں فریق کی ذہنیت بدل نہ جائے اس وقت تک اسلام کی تعلیم دلوں کو موہ نہیں سکتی۔ بے شک ایسی صورت میں زید کی تعلیم پھیلے گی بکر کی تعلیم پھیلے گی۔ مگر

قرآن کریم کی تعلیم

اسی صورت میں پھیل سکتی ہے کہ ہم اپنی ذہنیت کو بدلیں اور اپنی زندگیوں کو اسلامی تمدن کے رنگ میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ سر آغا خاں جب لاہور آئے۔ تو ان کے مرید جو گلگت اور دوسری دور دراز جگہوں سے ان کا استقبال کرنے کے لئے آئے تھے۔ سات دن قبل ہوائی اڈہ میں خیمے لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ میں نے جب یہ خبر اخبارات میں پڑھی۔ تو مجھے ہنسی آئی کہ آجکل بھی اس قسم کے بے وقوف لوگ پائے جاتے۔ اسی طرح آج بھی مجھے ہنسی آئی کہ بعض لوگ اپنے اندر

احمدیت کی صحیح روح

تو پیدا نہیں کرتے۔ لیکن انہوں نے یہ خیال کر لیا کہ یہ لوگ ربوہ سے آئے تھے اور اب واپس جانے والے ہیں انہیں الوداع کہہ آئیں۔ گویا جس طرح کشتی دیکھنے کے لئے لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی آ گئے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں تو کوئی پہلوان ہوتا ہے۔ لیکن یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارا خلیفہ آیا تھا۔ اسے وداع کر آئیں۔ اس سے زیادہ ہنسی والی بات اور کیا ہوگی۔ حالانکہ اصل چیز یہ ہے کہ تم اپنے اندر

اعلیٰ اخلاق پیدا کرو

مثلاً اسلام کہتا ہے کہ تم ہمیشہ سچ بولو۔ یعنی جب بھی سچ بولنے کا سوال آئے تو سچی بات بیان کرو۔ اب اگر لوگ تم سے کوئی بات پوچھتے ہیں اور تم سچ بول دیتے ہو تو بے شک یہ بڑی بات ہے۔ لیکن اگر تم ایک بات بیان کرتے ہو۔ اور تمہارا باپ بھائی یا بچے اسے جھوٹ سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اس طرح نہیں۔ بلکہ اصل بات یوں ہے تو اس میں خوشی کی کیا بات ہوگی۔ یا وہ کیا بات ہوگی جو تم نے احمدیت سے حاصل کی۔ احمدیت تمہیں دنیا کے لئے

ایک نمونہ بنانے کے لئے

آئی ہے۔ اور اگر تم میں سچ بولنے دوسروں سے ہمدردی کرنے۔ رحم کرنے۔ انصاف سے کام لینے اور دوسروں کو ان کا حق دینے کی عادت پیدا ہو گئی ہے۔ تو بے شک تم نے احمدیت سے کچھ حاصل کر لیا ہے۔ لیکن اگر یہ چیزیں تمہارے اندر پیدا نہیں ہوئیں تو جیسے کیکر سنگھ یا گاما پہلوان کی کشتی دیکھنے کے لئے لوگ اکٹھے ہو جاتے ہیں اسی طرح تم بھی اکٹھے ہو جاؤ گے۔ تم بھی کہو گے کہ ہمارا ایک پہلوان آیا ہے۔ چلو اس کی کشتی دیکھ آئیں۔ چاہے اس کا نام جمعہ رکھ لو چاہے اس کا نام عقیدت رکھ لو چاہے اس کا نام خلافت رکھ لو لیکن ہے یہ وہی کیکر سنگھ اور گاما پہلوان والی بات۔ اگر یہ احمدیت والی بات ہوتی تو تم احمدیت والے کام بھی کرتے۔ لیکن اگر تم احمدیت کے گُروں کے بغیر اکٹھے ہو جاتے ہو تو تمہارے جمعہ میں اکٹھے ہو جانے سے

یہی مطلب سمجھا جائے گا

کہ گاما پہلوان آیا ہے اور تم اس کی کشتی دیکھنے آئے ہو اور جمعہ اور کشتی میں ایسی صورت میں فرق ہی کیا رہ جاتا ہے۔ کشتی دیکھنے والے بھی جھوٹ بولتے جاتے ہیں۔ اور جمعہ پڑھنے والے بھی جھوٹ بولتے جاتے ہیں۔ پس جب تک تم اپنے اندر کوئی خاص تبدیلی پیدا نہیں کرتے۔ احمدیت میں داخل ہونے کا تمہیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت ایک معمولی چیز ہے۔ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیا تو گویا خدا تعالیٰ پر احسان کر دیا۔ اور وہ مجبور ہے کہ تمہیں جنت میں لے جائے۔ کیا تم سورج کو سورج کہہ کر انعام مانگا کرتے ہو۔ سورج کو سورج کہنے سے انعام نہیں ملا کرتا۔ اسی طرح اگر تم نے رسول اللہ کو رسول اللہ کہہ دیا تو تم نے

خدا تعالیٰ پر کونسا احسان کیا

کہ وہ اس کے بدلہ میں تمہیں جنت دے دے۔ کیا تم زمین کو زمین کہہ کر انعام مانگا کرتے ہو۔ کیا تم چاند کو چاند کہہ کر انعام مانگا کرتے ہو۔ یا تمہیں کوئی مکان نظر آئے تو اسے دیکھ کر تم یہ کہتے ہو کہ چونکہ میں نے مکان کو مکان کہہ دیا ہے۔ اس لئے گورنمنٹ مجھے انعام دے دے۔ تم اس آدمی کو کیا سمجھو گے جو گورنر کو یہ لکھے کہ مجھے ایک گھوڑا نظر آیا تھا۔ میں نے اسے گھوڑا کہہ دیا ہے۔ مجھے دو مربعے دو۔ یقیناً تم اسے پاگل خیال کرو گے اور کہو گے کہ اگر تم گھوڑے کو گھوڑا نہ کہتے تو اور کیا کہتے۔ اگر تم اسے گدھا کہہ دیتے تو لوگ تمہیں پاگل خیال کرتے۔ اسی طرح اگر خدا ہے اور وہ ایک ہے۔ اور اس پر

زمین اور آسمان دونوں گواہ ہیں

تو تم لا الٰہ الا اللہ کہہ کر اس پر کیا احسان کرتے ہو کہ وہ اس کے بدلہ میں تمہیں جنت دیدے۔ انسان کو جنت میں لے جانے والی قربانیاں ہوتی ہیں جو وہ صبح شام کرتا ہے۔ مثلاً اگر وہ اقرار کرتا ہے کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا۔ اور پھر وہ بات اس کے سامنے آجاتی ہے اور وہ اپنے اقرار کے مطابق اس سے بچتا ہے تو اس کے بدلہ میں اُسے یقیناً جنت ملے گی۔ یا اس کے پاس کسی کا روپیہ تھا جو اس نے واپس کرنا تھا۔ اب یہ دوسرے کا حق ہے جو کہ اسے دینا ہے۔ اگر وہ کہتا ہے دیکھ یہ روپیہ نہیں دیتا تو وہ اسلام کی تعلیم کے خلاف عمل کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ کہتا ہے کہ میں نے واقعی تمہارا روپیہ دینا ہے۔ تم وہ روپیہ لے لو۔ تو خدا تعالیٰ اپنے فرشتوں سے کہے گا کہ اس شخص نے

دوسرے کا حق ادا کرنے کے لئے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالا ہے۔ اسے جنت میں لے جاؤ۔ اسی طرح غفلت سے بے سستی ہے۔ تمہارا کسی کام کو جی نہیں چاہتا لیکن

تم اپنے نفس پر زور دیتے ہو

اور سمجھتے ہو کہ میں نے لا الہ الا اللہ کہہ کر اقرار کیا ہے کہ میں نے یہ کام ضرور کرنا ہے اور تم وہ کام کر دیتے ہو۔ اور اس میں جو تکلیف ہے اسے برداشت کر لیتے ہو تو خدا تعالےٰ فرشتوں سے کہے گا کہ اس نے جو اقرار کیا تھا اس نے پورا کر دیا ہے اسے جنت میں لے جاؤ۔ لیکن اگر کسی نے رسول کو رسول کہہ دیا تو اس نے سچ کہا۔ اس پر اُسے کیا انعام ملے گا۔ انعام محنت اور قربانی کے نتیجہ میں ملتا ہے۔ پہاڑ کو پہاڑ کہہ دینے سے انعام نہیں ملتا۔ دریا کو دریا کہہ دینے سے انعام نہیں ملتا۔ چاند کو چاند کہہ دینے سے انعام نہیں ملتا۔ بلکہ انعام پہاڑ پر چڑھنے سے ملتا ہے۔ انعام دریا کو عبور کرنے سے ملتا ہے۔ انعام سورج کو سورج کہنے سے نہیں ملتا۔ بلکہ انعام اس کی روشنی سے فائدہ اُٹھانے سے ملتا ہے۔ اسی طرح خدا کو خدا اور رسول کو رسول کہنے سے انعام نہیں ملتا۔ یہ تو سچائیاں ہیں اگر تم ان کا انکار کرو گے تو دنیا تمہیں پاگل کہے گی۔ لیکن اگر تم خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کی تعلیم پر عمل کرتے ہو تو

تم یقیناً جنت کے وارث ہو گے

ہندہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شدید دشمن تھی۔ اس نے آپؐ کے بعض رشتہ داروں کے متعلق اعلان کیا ہوا تھا کہ ان کا پیٹ چاک کر کے کلیجے نکال لئے جائیں۔ اور ان کے ناک کان وغیرہ کاٹ لئے جائیں۔ عرب میں یہ رسم تھی کہ اپنے دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے اس کے ناک اور کان وغیرہ کاٹ دیئے جاتے۔ چنانچہ ہندہ نے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کرا کے آپ کا کلیجہ نکلوایا تھا۔ اسی طرح آپ کے کان اور ناک بھی کٹوا دئے۔ جب مکہ فتح ہوا تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بعض لوگوں کے متعلق جنہوں نے مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم کئے تھے اور جو تعداد میں پانچ سات تھے یہ فتویٰ دیا کہ اُنہیں معاف نہیں کیا جائے گا بلکہ جہاں کہیں وہ ملیں اُنہیں قتل کر دیا جائے گا ان میں ہندہ بھی شامل تھی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم جب عورتوں کی بیعت لینے لگے تو بیعت میں یہ اقرار بھی لیا جاتا تھا کہ ہم شرک نہیں کریں گی۔ جب آپ نے یہ الفاظ کہے کہ ہم شرک نہیں کریں گی۔ تو ایک عورت بول اُٹھی۔ کہ یا رسول اللہ کیا اب ہم شرک کریں گی۔ کیا اب بھی توحید میں کوئی شبہ باقی ہے

ہندہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پہچانتی تھی۔

اور آپ اس کی آواز پہچانتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا ہندہ ہے؟ مطلب یہ تھا کہ تمہارے لئے تو موت کی سزا کا حکم ہے۔ ہندہ دلیر عورت تھی وہ ہنس کر کہنے لگی۔ یا رسول اللہ اب آپ کا نہ درجہ پر نہیں چل سکتا میں لا الٰہ الا اللہ پڑھ چکی ہوں۔ اور مسلمان ہو چکی ہوں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ٹھیک ہے۔ غرض ہندہ مسلمان ہو گئی۔ اور بعد میں اس نے اسلام کی خدمات بھی کیں۔ اس کا اس وقت یہ کہنا کہ کیا ہم اب بھی شرک کریں گی۔

یہ ایک طبعی فقرہ تھا

کہ ہم شرک کرتے تھے اور آپؐ توحید کی تعلیم دیتے تھے۔ آپؐ اکیلے تھے اور ہمارے ساتھ ساری قوم تھی۔ ساری قوم نے زور لگایا اور کہا یہ بُت ہے۔ وہ بُت ہے ہم ان کی مدد سے یوں کریں گے۔ یوں کریں گے۔ پھر ہمارے پاس طاقت تھی اور آپؐ کمزور تھے۔ لیکن ہم ہار گئے اور آپ جیت گئے ہمارے سارے بُت ٹوٹ گئے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے آپؐ کی مدد کی۔ کیا اتنا بڑا نشان دیکھنے کے بعد بھی اس میں کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ خدا ایک ہے بس

خدا تعالےٰ کا ایک ہونا اظہر من الشمس ہے

اسی طرح محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا رسول ہونا بھی اظہر من الشمس ہے۔ اور اگر کوئی شخص شرارت سے اس کا انکار نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص ضد کی وجہ سے اس کے خلاف فیصلہ نہیں کرتا یا وہ عقل کو جواب نہیں دے دیتا تو وہ اس کا انکار کر ہی نہیں سکتا۔ پھر خدا تعالےٰ کو ایک کہہ کر یا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو رسول کہہ کر ہم نے ان پر کونسا احسان کر دیا ہے کہ خدا تعالےٰ اس کے بدلہ میں جنت دیدے۔ اگر تم دریا کو دریا کہہ دیتے ہو۔ تو تمہیں کوئی انعام نہیں ملے گا۔ ہاں اگر کوئی شخص دریا میں ڈوب رہا ہو اور تم اسے بچانے کے لئے دریا میں چھلانگ لگا دو۔ تم بھنور میں گھر جاؤ۔ اور اپنے آپ کو موت کے منہ میں ڈال دو تو سارے لوگ کہیں گے کہ

یہ شخص انعام کا مستحق ہے

حالانکہ دریا تو دو دو ہزار میل کے بھی ہوتے ہیں۔ تمہیں اتنے لمبے دریا کو دریا کہنے پر انعام نہیں ملے گا۔ مگر دس گز پانی کو عبور کر کے انعام مل جائے گا۔ کیونکہ تم نے دو ہزار میل لمبے دریا کو دریا کہہ کر کوئی قربانی نہیں کی۔ تم نے محض سچائی کا اقرار کیا ہے لیکن دس گز پانی کو عبور کر کے تم نے قربانی کی ہے۔ اس لئے تم انعام کے مستحق ٹھہرے ہو یا مثلاً کوہ ہمالیہ ہے کوہ ہمالیہ ڈیڑھ دو ہزار میل لمبا ہے اور سو ڈیڑھ سو میل تک اس کی پہاڑیاں چلی جاتی ہیں۔ پھر اس کی بعض چوٹیاں کئی کئی میل اونچی چلی جاتی ہیں۔ اگر تم اس کا رقبہ نکالو تو کتنا بڑا رقبہ بنتا ہے۔ لیکن اگر تم ہمالیہ کو ہمالیہ کہو اور انعام طلب کرو۔ تو ہر شخص تمہیں پاگل کہے گا۔ لیکن اگر ہمالیہ کی کسی کھڈ میں کوئی بچہ گر جائے۔ اور تم اس کھڈ میں اپنے آپ کو گرا لو۔ تمہارا بازو ٹوٹ جائے جسم زخمی ہو جائے۔ لیکن تم اس بچے کو باہر نکال لاؤ تو ہر ایک شخص کہے گا کہ تم انعام کے مستحق ہو۔ غرض تمہیں ہمالیہ کے اقرار کرنے سے انعام نہیں ملے گا۔ ہاں اس چھوٹی سی کھڈ کی وجہ سے انعام مل جائے گا۔ کیونکہ انعام الٰہی چیزوں کی وجہ سے ملتا ہے۔ جنہیں انسان تکلیف اٹھا کر کرتا ہے۔

یہاں یہ حالت ہے

کہ بعض ماتحت اپنے افسروں سے تعاون نہیں کرتے۔ گواہی کا موقع آتا ہے تو ہیر پھیر اور اینچ پینچ کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں نے کوئی احمدی ایسا نہیں دیکھا جو جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہو لیکن میں نے کئی احمدی ایسے دیکھے ہیں جو گواہی کے وقت اینچ پینچ سے کام لیتے ہیں۔ اور جب وہ جھوٹ نما باتیں کرتے ہیں تو ان کے لئے جھوٹ بولنا آسان ہو جاتا ہے۔ پس تم اپنی ذہنیت بدلو۔ جب تم اپنی ذہنیت بدل لو گے تو احمدیت تمہارے لئے ہزاروں برکتوں کا باعث بن جائے گی۔ ورنہ جس طرح لوگ کُشتی دیکھنے کے لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح تمہارا بھی یہاں اکٹھے ہونا سمجھا جائے گا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ دوسرے لوگ گاما پہلوان کی کشتی کی وجہ سے اکٹھے ہو جاتے ہیں اور تم اپنے خلیفہ یا مبلغ کے آنے پر اکٹھے ہو جاتے ہو۔ حالانکہ جب تک تم ایسے اخلاق ظاہر نہیں کرتے کہ تمہیں دیکھ کر ہر شخص یہ کہنے لگ جائے کہ یہ لوگ جھوٹے نہیں اس وقت تک احمدی ہونا تمہیں کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

آج ہی

ایک بات میرے سامنے پیش کی گئی ہے

کہ بعض افسر اپنے ماتحتوں سے کام لیتے ہیں اور یہ درست نہیں انہیں ان سے روکا جائے۔ مگر سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص افسر کو اپنا بھائی یا باپ سمجھ کر اس کا کام کر دیتا ہے۔ تو اسے کون منع کر سکتا ہے۔ ہم یہاں آتے ہیں تو کئی مرد اور عورتیں ہمارے گھر آ جاتی ہیں۔ اور ہمارا کام کر دیتی ہیں۔ جب مہمان آ جاتے ہیں اور دوست سمجھتے ہیں کہ ایک دو آدمی ان کی خدمت نہیں کر سکیں گے تو وہ آپ ہی آپ شوق سے آ جاتے ہیں اور ہمارا ہاتھ بٹا دیتے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص کسی افسر کی شوق سے خدمت کرتا ہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ ایک فطرتی بات ہے کہ جس کسی سے پیار ہوتا ہے انسان اس کی خاطر ہر قسم کی تکلیف اُٹھانے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص پیار اور محبت کی وجہ سے ایسا کرتا ہے تو

یہ بڑی عمدہ بات ہے

اس کے معنے یہ ہیں کہ افسر اس سے باپ کی طرح سلوک کرتا ہے اور اپنے نیک سلوک کی وجہ سے اس نے اپنے ماتحتوں کے اندر گہرا جذبۂ محبت پیدا کر لیا ہے۔ لیکن اگر افسر اس کی ناپسندیدگی کے باوجود کام کرواتا ہے تو وہ ظالم ہے اور اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہتا ہے یہی چیز ہے جس کی وجہ سے فرانس اور روس میں بغاوت ہو گئی تھی۔ اگر ہمارے ہاں بغاوت نہیں ہوتی تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ شخص احمدی ہوتا ہے اور جماعت کے نظام کی وجہ سے بغاوت میں حصہ نہیں لیتا کیونکہ

احمدیت بغاوت سے منع کرتی ہے

اور وہ شخص ڈرتا ہے کہ اگر اس نے بغاوت کی تو نظام کی طرف سے اسے سزا دی جائے گی۔ لیکن اگر وہ یورپ میں ہوتا تو سٹرائک میں شامل ہو جاتا اور پھر وہ افسر دیکھتا کہ کس طرح اسے اس کی منتیں کرنی پڑتیں۔ بہرحال اپنے عہدے سے ناجائز فائدہ اٹھانا ظلم ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ۔ تم میں سے ہر ایک شخص ایک گڈریا ہے۔ اور جو مال اللہ تعالےٰ کی طرف سے اسکے سپرد کیا گیا ہے اس کے متعلق اس سے سوال کیا جائے گا۔ جس طرح مالک گڈریئے سے اپنے مال کے متعلق پوچھتا ہے اسی طرح خدا تعالےٰ بھی تم سے اپنے بندوں کے متعلق سوال کرے گا۔ اور

رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم

نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہر ایک شخص کے متعلق ہے۔ خاوند سے اس کی بیوی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ ماں باپ سے ان کی اولاد کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اور افسر سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اسی طرح میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم اپنے ماتحت سے اخلاص۔ ہمدردی اور رحم دلی والا سلوک کرتے ہو۔ تو ہر شخص یہ کہے گا کہ تم انعام کے مستحق ہو۔ لیکن اگر تم اپنے ماتحت سے بُرا سلوک کرتے ہو تو جس طرح گڈریا تمہاری بھینس کو مارتا ہے تو تم اس پر خفا ہوتے ہو اسی طرح تم خدا تعالےٰ کے بندوں کو مارو گے تو وہ تم پر خفا ہو گا۔ اگر تم بھینس یا بکری کو مارنے کی وجہ سے گڈریئے پر خفا ہوتے

ہو تو خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مارنے کی وجہ سے تم پر کیوں خفا نہ ہوگا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں تمہاری بھینس یا بکری زیادہ پیاری ہے اور خدا تعالیٰ کو اپنا بندہ پیارا نہیں۔

اصل بات یہ ہے

کہ چونکہ خدا تعالیٰ نظر نہیں آتا اس لئے لوگ دھاندلی مچاتے ہیں اور اپنے عہدوں سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ ہم سیر کے لئے پہاڑوں پر جاتے ہیں تو باوجود اس کے کہ ہم گھوڑوں پر ہوتے ہیں اور دوسرے لوگ پیدل ہوتے ہیں۔ جب ہم منزلِ مقصود پر پہنچتے ہیں تو وہ دبانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں آپ تھک گئے ہوں گے۔ اور یہ محض محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ خواہ ہم کتنا اصرار کریں کہ ایسا نہ کریں وہ یہی کہتے جاتے ہیں کہ نہیں نہیں آپ تھک گئے ہیں۔ اور اس پر عقلاً کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔

قادیان میں ایک غریب آدمی تھا

وہ جہاں کہیں مجھے ملتا تھا کہتا تھا کہ آپ میری دعوت قبول نہیں کرتے آخر کچھ دیر کے بعد اس نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ چونکہ میں غریب ہوں اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میری دعوت منظور نہیں فرماتے جب میں نے دیکھا کہ اب اس کا دل ٹوٹ جائے گا۔ تو میں نے اس کی دعوت منظور کر لی اور اسے کہا کہ زیادہ تکلف نہ کرنا شوربہ وغیرہ بنا لینا چنانچہ اس نے شوربہ بنا لیا۔ اور میں اس کے ہاں کھانا کھانے چلا گیا۔ میرے ساتھ صرف پرائیویٹ سیکرٹری تھے اور لوگ مدعو نہیں تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر جب میں باہر نکلا تو ایک اور احمدی دوست دروازہ کے پاس کھڑے تھے وہ کہنے لگے کیا آپ اتنے غریب آدمی کی دعوت بھی قبول کر لیتے ہیں۔ میں نے کہا۔ میری حالت ہی ایسی ہے کہ دونوں فریق مجھ پر شکوہ کرتے ہیں۔ اگر غریب کی دعوت منظور نہ کروں تو وہ کہتا ہے میں چونکہ غریب ہوں اس لئے آپ میری دعوت قبول نہیں کرتے اور اگر غریب کی دعوت مان لیتا ہوں تو امیر کہتا ہے کہ آپ اتنے غریب آدمی کی دعوت کیوں قبول کرتے ہیں۔ یہ شخص سالہا سال سے میرے پیچھے پڑا تھا کہ میری دعوت قبول کرو اور میں اس کی غربت کی وجہ سے اس کی دعوت قبول نہیں کرتا تھا تا اس پر بوجھ نہ پڑے۔ اب اس ڈر سے کہ

اس کا دل نہ ٹوٹ جائے

میں یہاں کھانا کھانے آ گیا ہوں۔ لیکن آپ کو یہ بات بھی ناگوار گزری ہے۔ بہر حال اس قسم کے غلط اعتراضات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کوئی ماتحت محبت پیار کی وجہ سے افسر کی خدمت کرتا ہے تو یہ قابلِ قدر فعل ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ افسر کا اپنے ماتحتوں سے ایسا اچھا سلوک ہے کہ وہ اسے باپ سمجھتے ہیں۔ لیکن اگر افسر ماتحت کو خدمت کرنے پر مجبور کرے تو وہ باپ نہیں وہ اپنے آپ کو حاکم سمجھتا ہے اور اپنے ماتحت کو اپنا غلام خیال کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا

ایک واقعہ ہے

کہ ایک دوست ابوسعید نامی عرب تھے رنگون میں ان کی اچھی خاصی تجارت تھی وہ احمدی ہو کر قادیان آ گئے۔ بعد میں وہ غیر مبائع ہو گئے۔ وہ مالدار آدمی تھے اور بڑی تجارت چھوڑ کر آئے تھے۔ لیکن ان کی طبیعت میں جوش پایا جاتا تھا۔ ان کی ہر وقت یہ خواہش ہوتی تھی کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کروں۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک مقدمہ دائر تھا۔ اور خواجہ کمال الدین صاحب اس مقدمہ میں وکالت کرتے تھے۔ ابوسعید صاحب نے یہ خیال کیا کہ خواجہ صاحب اس مقدمہ میں کام کر رہے ہیں۔ میں ان کی خدمت کروں تا مجھے ثواب مل جائے۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ وہ ایک رئیس تھے خواجہ صاحب کے بوٹ پالش کر دیتے۔ انہیں دباتے بلکہ بعض اوقات ان کا پاٹ بھی اٹھا لیتے۔ خواجہ صاحب کو ان کی خدمت سے یہ خیال گزرا کہ ابوسعید شاید ان کی ذات کی وجہ سے ایسا کرتا ہے۔ ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجلس میں تشریف فرما تھے۔ میں بھی موجود تھا۔ چٹائی چھوٹی تھی۔ اس لئے کچھ دوست ایسے بھی تھے جنہیں چٹائی پر جگہ نہ ملی۔ تھوڑی دور پر ایک چٹائی پڑی تھی۔ خواجہ صاحب نے ابوسعید صاحب عرب سے کہا۔ عرب صاحب وہ چٹائی ذرا ادھر کر دیں اس پر وہ فوراً جوش میں آ گئے اور انہوں نے کہا کیا میں آپ کے باپ کا نوکر ہوں۔ اب

سننے والے حیران تھے

کہ یہ کیا ہوا۔ خواجہ کمال الدین صاحب کا رنگ بھی زرد ہو گیا۔ بعد میں انہوں نے ابوسعید عرب سے کہا۔ عرب صاحب آپ تو میری خدمت کرنے والے آدمی ہیں آپ نے اس وقت کیا کہہ دیا۔ انہوں نے کہا میں آپ کی خدمت اپنی خوشی سے کرتا تھا۔ لیکن آپ کا یہ حق نہیں تھا کہ آپ مجھے حکم دیتے۔ میں آپ کا غلام نہیں ہوں۔ پس جو شخص خوشی سے خدمت کرتا ہے۔ اس پر کوئی شخص اعتراض نہیں کر سکتا۔ لیکن جو افسر یہ سمجھتا ہے کہ فلاں شخص میرا ماتحت ہے اس سے خدمت لے لوں وہ ظالم ہے اور اگر اس کا ماتحت اس کا حکم مانتا ہے تو وہ بے غیرت ہے۔ محبت سے اگر کوئی کام کرتا ہے چاہے وہ پاخانہ کا پاٹ اٹھائے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں کرتا۔ میاں بیوی کو دیکھ لو

بیوی اپنے خاوند کی خدمت کرتی ہے

اس کے پاٹ بھی اُٹھا لیتی ہے۔ لیکن اگر کوئی اُسے کہے کہ تم جوڑھی کا کام کرو میں تمہیں دس روپے ماہوار دوں گا تو وہ لڑنے لگ جائے گی۔ بلکہ اس کا خاوند خود اس شخص سے لڑ پڑے گا۔ اور کہے گا تم نے میری بیوی کی ہتک کی ہے۔ حالانکہ وہ اپنے بچے کا پاخانہ روزانہ پھینکتی ہے۔ پھر باقی لوگوں کو جانے دو چوڑھے بھی اپنی تحقیر برداشت نہیں کر سکتے۔ ربوہ میں ایک مسلمان خاکروبہ آتی ہے۔ شروع شروع میں ربوہ میں خاکروب کم تھے۔ وہ سڑک پر جا رہی تھی کہ ایک آدمی اسے ملا۔ اور اس نے کہا۔ ذرا ٹھہرو۔ میرا ایک کمرہ ہے تم اسے روزانہ صاف کر دیا کرو میں تمہیں آٹھ آنے دیا کروں گا وہ خاکروبہ تھی۔ اور صفائی کرنا اس کا کام تھا۔ لیکن چونکہ وہ سڑک پر جا رہی تھی اسلئے اس نے اس بات کو اپنی ہتک خیال کیا۔ اور اس شخص کو کہنے لگی کہ میں تمہیں دو روپے روزانہ دیا کروں گی۔ تم مجھ سے ایک جوتی روزانہ کھا لیا کرو۔ وہ سخت شرمندہ ہوا۔ اور خاموش ہو کر چلا گیا۔ غرض باوجود اس کے کہ وہ خاکروبہ تھی اور اس کا کام صفائی کرنا تھا۔ اس نے اس طرح بات کرنے کو اپنی تحقیر خیال کیا۔ پس اگر واقعہ میں افسر اپنی افسری کی وجہ سے ماتحت سے خدمت لیتے ہیں تو ان کی تحقیر کرتے ہیں۔ اور پھر ماتحت کا خدمت کرنا بھی بے غیرتی ہے۔ اس کا یہ کام تھا کہ وہ اس کے اس حکم کو رد کر دیتا۔ لیکن محبت کی وجہ سے تم جو چاہے کرو۔

ہمایوں کا ایک واقعہ

مشہور ہے کہ دشمن کی فوجوں نے اسے پکڑ لیا۔ اس کا خادم بیرام بھی اس کے ہمراہ تھا۔ جب دشمن نے انہیں پکڑ لیا تو بیرام نے انہیں کہا کہ ہمایوں میں ہوں ہمایوں بار بار کہتا تھا کہ نہیں یہ جھوٹ بولتا ہے ہمایوں میں ہوں۔ لیکن اس نے کہا نہیں یہ میرا غلام ہے اور میری محبت کی وجہ سے اپنے آپ کو ہمایوں کہہ رہا ہے تاکہ میں بچ جاؤں ورنہ دراصل میں ہی ہمایوں ہوں۔ غرض محبت میں لوگ جانیں بھی دیدیتے ہیں اور ان کے ایسا کرنے پر کوئی شخص اعتراض نہیں کرتا لیکن اگر کوئی اپنی پوزیشن سے ناجائز فائدہ اُٹھاتا ہے۔ تو اس کا ایسا کرنا اسلام کے خلاف ہے۔

ہر احمدی کا فرض ہے

کہ وہ دوسرے کا حق اسے دلائے اور اگر وہ اس کی خاطر قربانی کرتا اور اس کی خدمت کرتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن اس کا حق نہیں کہ ماتحت سے خدمت کروائے۔ فرعون کے متعلق قرآن کریم میں بھی آتا ہے کہ ان فرعون علا فی الارض فرعون میں یہ عیب تھا کہ وہ دوسروں سے زبردستی کام لیتا تھا۔ ورنہ فرعون کے یہ معنے نہیں کہ کسی کے پاس بادشاہت اور دولت ہو۔ وہ اس لئے فرعون تھا کہ دوسروں پر زبردستی حکومت کرتا تھا۔ ہماری زبان میں بھی فرعونیت کہتے ہیں اور کسی کا مرضی سے دوسرے کے دل پر حکومت کرنے کو محمدیت اور موسویت کہتے ہیں۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی حکومت کی تھی اور فرعون نے بھی حکومت کی تھی۔

فرعون کے ساتھی بھاگ گئے

لیکن محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے کہا ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے۔ آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن ہماری لاشوں پر سے ہی گذر کر آپ تک پہنچ سکتا ہے۔ اتنی حکومت فرعون نے کہاں کی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فرعون نے زبردستی حکومت کی ہے اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زبردستی حکومت نہیں کی۔ اسی طرح اگر کوئی ماتحت اپنے افسر کی محبت اور پیار سے خدمت کرتا ہے تو ہم کہیں گے اس افسر میں ایک حد تک محمدیت اور موسویت آ گئی ہے۔ لیکن اگر وہ زبردستی حکم کرتا ہے تو اس کا نام فرعونیت ہے۔

(الفضل ۲۰/۹/۶۱)

وفات

افسوس ہماری والدہ محترمہ ۲ ماہ مسلسل بیمار رہ کر مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۶۱ء کو اپنے مولا حقیقی سے جا ملیں۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔ مرحومہ مخلص احمدی پابند صوم و صلوٰۃ تھیں۔ احباب جماعت جملہ درویشان قادیان اور صحابہ حضرت مسیح موعود سے التجا ہے کہ وہ مرحومہ کی بلندی درجات کے لئے دعا فرمائیں۔

خاکسار شیخ محمد رفیق سیکرٹری مال جماعت احمدیہ مدراس

اَلْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی پر "پیغام صلح" میں ناپاک حملہ

رقم فرمودہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی

۸ فروری ۱۹۶۱ء کے اخبار "پیغام صلح" میں ایک ناپاک مضمون "قادیانی خلافت کی دیوار گریہ" کے عنوان کے ماتحت کسی برقعہ پوش کے قلم سے جس نے اپنا نام "سبط نور" ظاہر کیا ہے شائع ہوا ہے۔ اور اتفاقاً آج ہی میری نظر سے گذرا ہے۔ سبط نور کے الفاظ سے شبہ ہوتا بلکہ یقین ہوتا ہے کہ یہ دلآزار مضمون حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے کسی بچے کی قلم سے ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ ہمارے محبوب امام اور خلیفہ اوّل تھے۔ ایسی بزرگ ہستی کی اولاد کی طرف سے ایسا گندا اور غلط استدلالات سے معمور مضمون شائع ہونا بڑے صدمہ کا موجب ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے دل میں جو احترام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا تھا۔ اور جس محبت اور ادب کی نظر سے آپ حضرت خلیفہ ثانی کو دیکھتے تھے بلکہ انہیں پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق قرار دیتے تھے۔ وہ "سبط نور" صاحب کے ماموں جان حضرت پیر منظور محمد صاحب مرحوم کے رسالہ "مصلح موعود" سے ظاہر ہے۔ اور جماعت کا بچہ بچہ اسے جانتا ہے۔ بلکہ اگر حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی اولاد کو قسم دے کر پوچھا جائے تو وہ بھی یقیناً اس حقیقت سے انکار کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔ تو پھر اپنے والد محترم کی اتنی تعریف و توصیف اور والد کے محبوب پر اس طرح گند اچھالنے کے کیا معنی؟

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ خود اسباط نور سال ہا سال تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کی بیعت میں رہ چکے ہیں۔ اور اگر میں بھولتا نہیں تو حضور کی تائید میں بعض مضامین بھی لکھ چکے ہیں۔ اور حضور کو ایک پاکباز انسان اور اپنا خلیفہ اور امام تسلیم کرتے رہے ہیں تو پھر کیا محض اس وجہ سے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے امام جماعت ہونے کی حیثیت میں ان کی بعض غلطیوں کی بناء پر ان کے خلاف ایکشن لیا ساری گزشتہ باتوں کو بھلا کر حضور کے خلاف زبانِ طعن دراز کرنا جائز اور شرافت اور نجابت میں داخل سمجھا جا سکتا ہے؟ میرے سوال کے جواب میں "سبط نور" اپنے ضمیر اور اپنے دل سے فتویٰ پوچھیں اور اتنی دور نہ جائیں کہ واپس آنے کا رستہ بالکل بند ہو جائے۔

پھر سبط نور صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی موجودہ بیماری کو اپنے ناپاک طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر اعتراض کرتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے نعوذ باللہ مصلح موعود ہونے کا جھوٹا دعوےٰ کیا تھا اور خدا پر افتراء باندھا تھا اس لئے خدا نے ان کو بیمار اور لاچار اور گویا اپاہج کر کے بستر پر لٹا دیا۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ سبط نور کے قلم سے ایسا کمزور اور بودا اعتراض کس طرح نکلا ہے؟ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے مصلح موعود والی رؤیا ۱۹۴۴ء میں دیکھی تھی جس پر اب سترہ سال کا طویل عرصہ گزرتا ہے اور اگر موجودہ بیماری کے دو سال اس میں سے نکال بھی دیئے جائیں تو پھر بھی یہ عرصہ پندرہ سال کا لمبا زمانہ بنتا ہے کیا سبط نور صاحب کو اتنی موٹی سمجھ بھی حاصل نہیں کہ ان پندرہ سالوں میں تو خدا نے "سبط نور" کے بیان کردہ زمانہ افتراء کے باوجود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ہر رنگ میں نصرت فرمائی اور ان کے ہاتھ سے جماعت کو اور اسلام کو غیر معمولی ترقی دی اور خدا اس سارے عرصہ میں آپ کی غیر معمولی طور پر مسلسل نصرت فرماتا گیا اور اب پندرہ سال گزرنے کے بعد اسے اچانک اپنا اصول یاد آیا کہ میں تو بھول کر ایک "مفتری" کی تائید کرتا آیا ہوں العجب ثم العجب!!

بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی قیادت کے یہ پندرہ سال جو مصلح موعود کے دعوے کے بعد گزرے ہیں یہ خاص طور پر خدا کی غیر معمولی نصرت اور تائیدات سے معمور نظر آتے ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت کا کوئی زمانہ اپنے کارناموں کی شان و شوکت کے لحاظ سے ان پندرہ سال کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ قادیان سے ہجرت تو حضرت مسیح موعود کے الہام کے مطابق مقدر تھی مگر حضرت خلیفۃ المسیح کی قیادت میں ہزاروں لاکھوں کی جماعت ہجرت کے قیامت خیز فسادوں میں تقریباً قریب بالکل امن

اور خیریت کے ساتھ پاکستان پہنچ گئی۔ قادیان کی بستی کا مقدس ترین حصہ باوجود ہجرت کے طوفانی حالات کے جماعت کے قبضہ میں رہا اور اب تک ہے۔ بے شمار مشکلات کے باوجود جماعت کا نیا مرکز ربوہ پوری آب و تاب کے ساتھ مع اپنے مختلف اداروں کے آباد ہوا۔ زنانہ ڈگری کالج کی بنیاد رکھی گئی کئی نئے علمی رسالے جاری ہوئے۔ پھر اس عرصہ میں جماعت کے تبلیغی مشن بیرونی ممالک میں اس کثرت کے ساتھ کھلے کہ گویا دنیا بھر میں حق کی تبلیغ کا ایک مقدس جال بچھ گیا۔ ۱۹۵۳ء کی خطرناک آگ میں جماعت اس طرح محفوظ رہی کہ یوں نظر آتا تھا کہ فرشتوں نے ان کے لئے اپنی رحمت کے پر پھیلا رکھے ہیں۔ اور پھر اسی زمانہ میں تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر جیسی عظیم المرتبت کتابیں بھی شائع ہوئیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ ان پندرہ سالوں میں ہوا۔ جسے میاں سبط نور صاحب نعوذ باللہ افتراء کا زمانہ بتا رہے ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی ظلم ممکن ہے؟ حضرت مسیح ناصری کا یہ قول کیا سچا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ مگر جو شخص پھل کو دیکھ کر اور چکھ کر پھر بھی درخت کو پہچاننے سے انکار کرے اس کے متعلق ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟

یہ خیال کرنا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے افتراء کرنے والوں کے لئے تئیس سال کی میعاد لکھی ہے۔ اس لئے یہ جواب درست نہیں ایک جہالت کا اعتراض ہوگا کیونکہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ میعاد مخصوص طور پر اپنے زمانہ الہام و ماموریت کے مقابل پر بیان فرمائی ہے۔ اور حضور کی غرض یہ تھی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر تو تئیس سال گذرے مگر مجھ پر جو آپ کا خادم ہوں الہام کا دعوےٰ کرنے پر اس سے زیادہ عرصہ گذر گیا ہے ورنہ ہر تاریخ دان جانتا ہے کہ لو تقوّل والی آیت بالکل آخر میں نازل نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ درمیانی زمانہ میں اتری تھی اس لئے اصل زمانہ گنتی کے لحاظ سے تئیس سال نہیں بلکہ اس سے کافی کم بنتا ہے۔ علاوہ ازیں میعاد کی تعیین سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ شروع میں خدا ایک مفتری کی تائید اور نصرت کرتا چلا جائے اور مخالفوں کے مقابلہ پر اس کو فتح و ظفر سے نوازتا رہے اور پھر آخر میں آکر اسے اچانک پکڑ لے۔ یہ تو نعوذ باللہ خدا کی طرف سے دھوکا ہوگا۔ اور دلیل ایک کھیل بن جائے گی۔ بلکہ میعاد سے صرف یہ مراد ہے کہ کچھ وقت تک ڈھیل اور مہلت دینے کے بعد اور اس مہلت کے عرصہ میں بہرحال خدا کی طرف سے کسی قسم کی تائید نہیں ہوتی بلکہ صرف خاموش مہلت ملتی ہے) خدا تعالیٰ مفتری کو پکڑتا اور تباہ کر دیتا ہے۔ افسوس ہے کہ سبطِ نور صاحب اس لطیف فرق کو سمجھنے سے بھی قاصر رہے ہیں۔

باقی رہا بیماری کا سوال سو وہ بشری لوازمات کے ماتحت ایک طبعی امر ہے جو شخص دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ بیمار بھی ہوتا ہے اور اجل پوری ہونے پر مرتا بھی ہے۔ اس پر طعن کرتے ہوئے سبطِ نور صاحب کو خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے اپنی غیر معمولی تائیدات اور نصرتوں سے مصلح موعود کے دعویٰ کی تصدیق فرما دی تو اب سبطِ نور صاحب کیلئے ان تائیدات الٰہی سے کھیلنا اچھا نہیں۔ خدا نے اپنے فضل سے ان پندرہ سالوں میں ایسی غیر معمولی تائیدات دکھلائی ہیں اور ایسی نصرتوں کا مظاہرہ فرمایا ہے کہ ان کی نظیر ملنی مشکل ہے حق یہ ہے کہ ان پندرہ سالوں کا ایک ایک برس اور ایک ایک ماہ خدائی نصرت کا زبردست گواہ ہے اور خدائی شہادت اعتراض کرنیوالوں کے منہ پر کلنک کا ٹیکہ لگا چکی ہے۔ اب بیہودہ اعتراضات کر کے اور اچھال اچھال کر اپنی شرم کو چھپانے کی کوشش کرنا اپنی سیاہی کو بڑھانے کے سوا کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

میں سبطِ نور صاحب اور ان کے ساتھیوں کو یہ بات بھی بتانا چاہتا ہوں کہ گو اس وقت ٹانگوں کی کمزوری کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی چلنے پھرنے سے وقتی طور پر معذور ہیں اور ہمارا آسمانی آقا شفا دینے پر قادر ہے) مگر خدا کے فضل سے حضور جماعت کے کاموں سے کٹے ہوئے نہیں۔ بلکہ حسب ضرورت رپورٹیں سنتے ہیں اور ہدایات دیتے ہیں اور جن کاغذات پر حضور کے دستخط ضروری ہوں ان پر اپنے ہاتھ سے دستخط فرماتے ہیں اور باہر سے آئے ہوئے مہمانوں سے ملاقات بھی کرتے ہیں (چنانچہ ابھی کل ہی افریقہ کے ایک غیر احمدی مہمان سے ملاقات فرمائی) اور بیرونی تبلیغ کے کام میں خصوصیت سے دلچسپی لیتے ہیں چنانچہ جب میں نخلہ (جابہ) میں آیا تو مجھ سے خاص طور پر عزیز میاں مبارک احمد سلمہ کے تبلیغی دورہ یورپ و امریکہ کے متعلق دریافت فرمایا اور بڑی دلچسپی لیتے رہے۔

بالآخر میں اپنے دوستوں سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ مخالفوں کے طعن و استہزاء کی وجہ سے ڈرنا نہیں چاہیئے بلکہ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے مقصد کی طرف جرأت اور اعتماد کے ساتھ بڑھتے چلے جانا چاہیئے۔ البتہ حضور کی صحت کیلئے بھی درد دل سے دعا کرنی چاہیئے ہمارا خدا شافی مطلق ہے اور اس نے اپنے رسولؐ کی زبانی یہ بھی فرمایا ہے کہ لکل داءٍ دواء یعنی کوئی بیماری ایسی نہیں جس کا کوئی علاج نہ ہو۔ بس دوست دعا کریں اور کرتے رہیں کہ ہمارا آسمانی آقا اپنے فضل سے ڈاکٹروں کو اس دواء کی طرف راہ نمائی فرمائے جس میں ہمارے امام کیلئے شفا ہو اور حضور کی بیماری کے ایام میں جماعت کو ہر قسم کی کمزوری سے بچا کر رکھے اور مخالفوں کو ہدایت دے کہ وہ گند اچھالنے سے پرہیز کریں یا اپنی قدرت نمائی سے ان کے منہ بند کر دے۔ کیونکہ خدا کو سب قدرت حاصل ہے اور اس کے سوا اور اس کے بعد میں اس معاملہ میں کچھ نہیں کہوں گا

اگر در خانہ کس است حرفے بس است۔ فقط

خاکسار مرزا بشیر احمد نخلہ (جابہ) ۱۲ ستمبر ۱۹۶۱ء

حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات، تدفین کے کوائف

(اور)

آپؓ کی زندگی کے مختصر حالات

بدر کی گذشتہ اشاعت میں حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب کی وفات سے متعلق اندوہناک اطلاع شائع ہو چکی ہے۔ قادیان میں یہ ابتدائی اطلاع ایسے وقت میں موصول ہوئی جبکہ اخبار کی کاپیاں تقریباً تیار ہو چکی تھیں۔ تاہم احباب جماعتہائے ہندوستان تک پہنچانے کے لئے لکھے جا چکے صفحات میں تبدیلی کر کے اس وقت کی موصولہ اطلاعات کو درج کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس سلسلہ میں جو مزید تفصیلات بذریعہ اخبار الفضل موصول ہوئی ہیں۔ احباب کی آگاہی کے لئے ان کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے:۔

علالت

حضرت نواب صاحب کو گیارہ سال قبل مورخہ ۸ فروری ۱۹۴۹ء کو لاہور میں دل کی بیماری کا شدید حملہ ہوا جس کے ساتھ تشنج کے دورے بھی پڑنے شروع ہو گئے۔ ٹیکوں اور علاج معالجہ سے حالت آہستہ آہستہ سنبھل گئی۔ لیکن اس بیماری کے بعد آپ مستقل طور پر صاحب فراش ہو گئے۔ ۵ سال کے بعد آپ تھوڑا بہت چلنے پھرنے تو لگ گئے۔ لیکن پوری طرح پھر بھی آرام نہ آیا۔ اس سال پھر بیماری کے بعض عوارض عود کر آئے۔ دل کی کمزوری کی وجہ سے دل و جگر بڑھ گیا۔ معدہ کی حالت بھی درست نہ رہی۔ اگست ۱۹۶۱ء میں تکالیف زیادہ ہو گئیں۔ ہر ممکن علاج معالجہ کیا گیا۔ ۱۷ اور ۱۸ ستمبر کی درمیانی رات کو طبیعت پھر بہت خراب ہو گئی۔ حالت زیادہ تشویشناک ہونے پر مکرم و محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب مع بعض دیگر افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خاندان حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضی اللہ عنہ فوری طور پر حضرت نواب صاحبؓ کے رہائشی مقام "پام ویو" نمبر ۸ ڈیوس روڈ پر پہنچ گئے۔ جہاں موجود خاندانوں کے متعدد دیگر قابل احترام افراد پہلے سے موجود تھے۔

وفات

اگرچہ محترم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب بھی علاج تجویز فرماتے رہے۔ لیکن کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ اور آخر اللہ تعالیٰ کی تقدیر پوری ہوئی۔ اور آپ ۱۸ ستمبر بروز دوشنبہ صبح ساڑھے آٹھ بجے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ بیماری کے ساڑھے بارہ سالہ طویل عرصہ میں آپ کی زوجہ محترمہ حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے شب و روز کی تیمارداری کے لئے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا اور اس طرح غیر معمولی توجہ اور انہماک سے خدمت کا حق ادا کیا۔

۲½ بجے کے بعد "پام ویو" نمبر ۸ ڈیوس روڈ لاہور میں نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ لاہور کے پانچ صد کے قریب احباب نے شرکت کی۔ نماز جنازہ مکرم میاں محمد یوسف صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے پڑھائی۔ پونے چار بجے سہ پہر کے قریب جنازہ بائیکر ایمبولنس کار کے ذریعہ لاہور سے ربوہ کے لئے روانہ ہوا۔

حضرت نواب صاحب مرحوم کی وفات کی اطلاع موصول ہونے پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی ۱۸ ستمبر کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے پاس نخلہ میں قیام فرما تھے۔ حضرت نواب صاحب مرحوم کی وفات کی اطلاع موصول ہوتے ہی آپ ۱۸ ستمبر کو ہی موٹر کار کے ذریعہ نخلہ سے عصر کے وقت ربوہ تشریف لے گئے تھے۔ نماز مغرب ادا کرنے کے معاً بعد حضرت میاں صاحب موصوف محترم صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیگر افراد اور اہل ربوہ کثیر تعداد میں جنازہ کے انتظار میں لاریوں کے اڈہ پر جمع ہو گئے۔ سات بجے شام جنازہ ربوہ پہنچا۔ جنازہ کو حضرت نواب صاحب مرحوم کے بڑے داماد محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل اللاعلیٰ و وکیل التبشیر تحریک جدید (جو آجکل بیرون دابرجہ کے احمدیہ مشنوں کے دورے کے سلسلہ میں باہر تشریف لے گئے ہوئے ہیں) کی کوٹھی واقع محلہ دارالصدر غربی لے جایا گیا۔

نماز جنازہ

حضرت نواب مرحوم کی وفات کی افسوسناک خبر سنکر جنازہ کی خاطر بیرونجات سے ہزارہا دوست ربوہ پہنچ گئے۔ چنانچہ مورخہ ۱۹ ستمبر کو جنازہ اٹھائے جانے سے قبل دور و نزدیک سے آئے ہوئے جماعت ہائے احمدیہ کے امراء صاحبان اور دیگر کثیر التعداد احباب نے آخری بار حضرت نواب صاحب مرحوم کا چہرہ دیکھا۔ احباب قطار در قطار جنازہ کے پاس سے چہرہ دیکھتے ہوئے گزرتے جاتے تھے۔ چہرہ دیکھنے کا سلسلہ قریباً پون گھنٹہ جاری رہا۔ اس غرض سے کہ ہزارہا کی تعداد میں آئے ہوئے دوست زیادہ سے زیادہ تعداد میں آسانی سے جنازہ کو کندھا دے سکیں جنازہ کی چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے۔ بوقت آٹھ بجے صبح کوٹھی سے جنازہ اٹھایا گیا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی کی زیر ہدایت کوٹھی کے اندرونی حصہ سے جنازہ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خاندان حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ کے افراد، صحابہ حضرت مسیح موعود، جماعت ہائے احمدیہ کے امراء صاحبان نیز ناظر و وکلاء صاحبان نے اٹھایا۔ کوٹھی سے باہر سڑک پر پہنچنے پر دیگر ہزارہا احباب جماعت نے باری باری جنازے کو کندھا دیا۔ اس طرح جنازہ مقبرہ بہشتی کے احاطہ میں پہنچا جہاں کھلے میدان میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ہزارہا افراد نے اکیس صفوں میں ترتیب وار کھڑے ہو کر نماز جنازہ میں شرکت کی۔

تدفین

۹½ بجے کے قریب جنازہ حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے مزار اقدس والی چار دیواری کے اندر لے جایا گیا جہاں تابوت کو قبر میں اتارنے میں خاندان حضرت مسیح موعود، صحابہ مسیح موعود اور امراء صاحبان جماعت ہائے احمدیہ نے حصہ لیا۔ سوا دس بجے کے قریب قبر تیار ہونے پر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ العالی نے دعا کرائی۔ اس طرح ہزارہا افسردہ و غمگین دلوں اور نمناک آنکھوں کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے واجب الاحترام داماد حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب مرحوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو اپنے دینی ذوق و شوق، والہانہ محبت و عقیدت اور قابل قدر خدمات سلسلہ کی وجہ سے جماعت میں ایک خاص مقام رکھتے تھے) کی نعش سپرد خاک کر دی گئی ـــــ! حضرت نواب صاحب مرحوم رضی اللہ عنہ کی قبر حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مزار کے بالمقابل چار دیواری کے جنوب مشرقی حصہ میں واقع ہے۔

مختصر حالات زندگی

حضرت نواب محمد عبداللہ خاں صاحب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت نواب محمد علی خاں صاحب آف مالیر کوٹلہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کا داماد بننے کا شرف بخشا۔ چنانچہ ۱۹۱۵ء میں آپ کی شادی حضور علیہ السلام کی چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی کے ساتھ قرار پائی اور اس طرح آپ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں شامل ہو کر ہمیشہ کے لئے اس مقدس خاندان کا روحانی برکات سے وابستہ ہو گئے۔ آپ نہایت متدین پرہیزگار صاف دل سادہ مزاج مخیر اور سلسلہ کے ساتھ اخلاص و محبت کا غیر معمولی رکھنے والے بزرگ تھے۔ پارٹیشن کے بعد اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر بھی آپ کو سلسلہ کی خاص خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کو ناظر اعلیٰ کے عہدہ پر فائز فرمایا اور اس حیثیت سے آپ بڑے انہماک اور اخلاص کے ساتھ دینی خدمات بجا لاتے رہے۔

خاندانی حالات

آپ ہندوستان (مشرقی پنجاب) کی سابق ریاست مالیر کوٹلہ کے حکمران خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے والد بزرگوار حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"یہ نواب صاحب ایک معزز خاندان کے خاص رئیس ہیں۔ مورث اعلیٰ نواب صاحب موصوف کے شیخ صدر جہاں ایک باخدا بزرگ تھے۔ جو اصل باشندہ جلال آباد سروانی قوم کے پٹھان تھے ۱۴۶۹ء میں عہد سلطنت بہلول لودھی میں اپنے وطن سے اس ملک میں آئے۔ شاہ وقت کا ان پر اس قدر اعتقاد ہو گیا کہ اپنی بیٹی کا نکاح شیخ صاحب موصوف سے کر دیا اور چند گاؤں جاگیر میں دے دیئے۔ چنانچہ ایک گاؤں میں یہ قصبہ شیخ صاحب نے آباد کیا جس کا نام مالیر ہے۔ شیخ صاحب کے پوتے بایزید خان نام نے مالیر کے متصل قصبہ کوٹلہ کو تقریباً ۱۶۵۶ء میں آباد کیا جس کے نام سے اب یہ ریاست مشہور ہے۔ بایزید خان کے پانچ بیٹوں میں سے ایک کا نام فیروز خان تھا۔ فیروز خان کے بیٹے کا نام شیر محمد خان اور شیر محمد خان کے بیٹے کا نام جمال خان۔ جمال خان کے پانچ بیٹے تھے مگر ان میں سے صرف دو بیٹے تھے جن کی نسل باقی رہی یعنی بہادر خان اور عطاء اللہ خان بہادر خان کی نسل میں سے یہ جوان صالح خلف رشید نواب غلام محمد خان صاحب مرحوم تھے۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوم)

پیدائش

حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب یکم جنوری ۱۸۹۶ء کو پیدا ہوئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ آپ کے والد بزرگوار کی تاریخ پیدائش بھی یکم جنوری (۱۸۷۰ء) ہی ہے۔ آپ کے تین اور بھائی تھے یعنی عبد الرحمن خان صاحب عبد الرحیم خان صاحب اور عبد الرب خان صاحب۔ عبد الرحیم خان صاحب زندہ ہیں۔ اور مالیر کوٹلہ میں رہتے ہیں باقی دونوں بھائی فوت ہو چکے ہیں۔ آپ کی ہمشیرہ محترمہ بو زینب بیگم صاحبہ حضرت مرزا شریف احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے عقد میں آئیں اور اس طرح وہ بھی اس مقدس خاندان میں شامل ہو گئیں۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تعلق

آپ کے والد بزرگوار حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کو نومبر ۱۸۹۰ء میں احمدیت قبول کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ قبول احمدیت کے بعد اپنے اخلاص اور تقویٰ میں آپ نے اتنی ترقی کی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپؓ کے متعلق تحریر فرمایا:۔

"مجھے ایسے شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے جس کا ایسا صالح بیٹا ہو کہ باوجود بہم پہنچنے تمام اسباب اور وسائل غفلت اور عیاشی کے اپنے عنفوان جوانی میں ایسا پرہیزگار ہو۔"

۱۹۰۱ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریک پر آپ مستقل طور پر ہجرت کر کے قادیان شریف لے آئے اور حضور علیہ السلام کی زیر ہدایت دینی خدمات میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے کن پاک جذبات کے ماتحت یہ ہجرت کی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب آپ کے بڑے بھائی احسان الحسن علی خان صاحب مرحوم نے آپ کو یہ تحریک کی کہ آپ قادیان میں مستقل رہائش کو ترک کر کے مالیر کوٹلہ واپس آجائیں تو آپ نے انہیں تحریر فرمایا:۔

"میرے پیارے بزرگ بھائی! میں یہاں خدا کے لئے آیا ہوں اور میری دوستی اور محبت بھی خدا ہی کے لئے ہے۔ . . . میں اپنے امور دنیاوی سے غافل نہیں . . . پھر وہ کونسی بات ہے جس کے لئے میں کوٹلہ میں رہوں اور اس برکت کو چھوڑ دوں جو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے بھی آپ کی ہجرت کو غیر معمولی طور پر نوازا اور وہ یوں کہ ۱۷ فروری ۱۹۰۹ء کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا یعنی حضور کی لخت جگر حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ساتھ آپ کا نکاح ہو گیا اور اس طرح حضرت نواب صاحب کا خاندان اس مقدس خاندان کے ساتھ وابستہ ہو گیا۔ اور اس کی روحانی برکات سے حصہ لینے لگا۔

حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب کی شادی

۱۹۱۰ء میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اپنے فرزند حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب کا رشتہ بھی (جو آپ کی اہلیہ اول محترمہ مہر النساء بیگم صاحبہ رض کے بطن سے تھے) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس خاندان میں طے پا جائے چنانچہ اس سلسلے میں آپ نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے سلسلہ جنبانی شروع فرمائی۔ اور بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ کے ساتھ آپ کا رشتہ طے پایا!

مورخہ ۷ جون ۱۹۱۵ء کو مسجد اقصیٰ قادیان میں حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی نے اس نکاح کا اعلان فرمایا۔ اور ۲۲ فروری ۱۹۱۷ء کو تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ اس لحاظ سے آپ کی ازدواجی زندگی تقریباً چوالیس برس ہوئی۔

کن پاک جذبات کے تحت یہ رشتہ ہوا

اس رشتے کے تعلق میں حضرت نواب محمد علی خان صاحب نے جو خطوط اپنے بیٹے کو تحریر فرمائے ان سے نہ صرف آپ کے بلکہ آپ کے فرزند (حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب) کے بہت سے اوصاف حمیدہ پر بھی روشنی پڑتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ آپ نے کن پاک جذبات کے تحت یہ رشتہ کیا۔ مثلاً آپ نے اپنے بیٹے حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب کو تحریر فرمایا:۔

"میں چاہتا ہوں کہ تمہارا رشتہ امۃ الحفیظ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صاحبزادی سے ہو اور یہ مجھ کو اس لئے تحریک ہوئی ہے کہ اس وقت دوسرے بھائیوں کی نسبت تمہیں دین کا شوق ہے . . . . . . رشتے کے بعد حضرت مسیح موعود یا اہل بیت مسیح موعود سے ہمسری اور ہم کفی کا خیال اکثر لوگ کر بیٹھتے ہیں اور اس سے ابتلاء آتا ہے . . . . . تعلق رشتہ کو موجب برکت و فخر سمجھنا چاہیے اور اپنے آپ کو من آنم کہ من دانم سمجھنا چاہیئے . . . رشتے کے بعد . . . برابری کا خیال بالکل دل سے نکال دیا۔ جس طرح حضرت اقدس کی عزت کرتا تھا وہی عزت وادب بعد رشتہ رہا ہے اور جس طرح حضرت ام المومنین کا ادب اور عزت کرتا تھا اسی طرح اب مجھ کو عزت اور ادب ہے اور اس سے بڑھ کر اسی طرح جس طرح اس پاک وجود کے ٹکڑوں کی میں عزت کرتا تھا ایسی اب ہے . . . . . اگر یہی طرز تم بھی برت سکو تو پھر اگر تمہاری منشاء ہو تو میں اس کی تحریک بعد استخارہ کروں۔ ورنہ ان پاک وجودوں کی طرف خیال لے جانا بھی گناہ ہے۔"

ایک اور خط میں آپ نے فرمایا:۔

"یہ تعلق میں صرف اس لئے چاہتا ہوں کہ تم لوگ بھی اہل بیت میں داخل ہو جاؤ اور یہ بڑی سعادت ہے مگر ذرا مزلت قدم ہوا پھر دین بھی گیا پس خوب سمجھ لو۔"

یہ رشتہ اللہ تعالیٰ کے اشارہ اور منشاء سے ہوا۔ چنانچہ خود حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ نے تحریر فرمایا کہ

"حضرت ام المومنین کو رؤیا ہوئی ہے کہ عبد اللہ کا رشتہ حفیظ سے ہو جائے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس رشتہ کو پسند فرمایا اور حضرت نواب محمد عبد اللہ خان صاحب مرحوم کے متعلق تحریر فرمایا کہ:۔

"عزیز عبد اللہ خان نہایت نیک اور صالح نوجوان ہیں۔"

(از اصحاب احمد سوانح حضرت نواب محمد علی خان صاحب مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب قادیان)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ رشتہ بہت بابرکت ثابت ہوا جہاں حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کے باقی دونوں فرزند نواب عبد الرحمن صاحب اور نواب عبد الرحیم صاحب اولاد سے محروم رہے وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثرت سے اولاد بخشی اور اس طرح آپ کے ذریعے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی جو آپ نے اپنی ذریت طیبہ کے متعلق فرمائی تھی کہ ؎

کبھی ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

اولاد

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین لڑکے دیئے اور چھ لڑکیاں عطا فرمائیں۔ جن کے نام یہ ہیں:۔ (۱) میاں عباس احمد خان صاحب (۲) میاں شاہد احمد خان صاحب (۳) میاں مصطفیٰ احمد خان صاحب (۴) صاحبزادی طیبہ آمنہ بیگم صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب (۵) صاحبزادی طاہرہ بیگم صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا منیر احمد ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب (۶) صاحبزادی ذکیہ بیگم صاحبہ (اہلیہ کرنل مرزا داؤد احمد صاحب ابن حضرت مرزا شریف احمد صاحب) (۷) صاحبزادی قدسیہ بیگم صاحبہ (اہلیہ مرزا مجید احمد صاحب ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مدظلہ (۸) صاحبزادی شاہدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مرزا انس احمد صاحب ابن مرزا رشید احمد صاحب۔

مندرجہ بالا تفصیل سے ظاہر ہے (باقی صفحہ [illegible] پر)

یورپ میں اسلام کی روز افزوں ترقی

(بقیہ صفحہ اول)

اور راسخ العقیدہ مسلمانوں نے آپ کی بہت مخالفت کی۔ اس کے باوجود ایک تجربہ کار مناظر اور صحافی ہونے کے باعث آپ اپنے نظریات کو پھیلانے میں کامیاب رہے۔ آپ کی جاری کردہ تحریک (جماعت احمدیہ) جس کا مقصد تمام مسلمان فرقوں کو متحد کر کے انہیں اصل اور حقیقی اسلام پر کاربند کرنا اور اسلام کو ایک عالمگیر مذہب بنانا ہے۔ جلد جلد بڑھنے اور پھیلنے لگی۔

جماعت احمدیہ میں خلافت کے نظام کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے بانی سلسلہ مسیح موعود کی حیثیت سے خدا تعالیٰ کی قدرت اول کے مظہر تھے اور خلافت قدرت ثانیہ کی مظہر ہے۔ اس سے مراد بانی سلسلہ احمدیہ کے جانشین ہیں جنہیں ایک لحاظ سے رومن کیتھولک چرچ کے پوپ کی سی حیثیت حاصل ہے، پہلے جانشین کے طور پر مولوی نورالدین صاحب (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خلیفہ منتخب ہوئے ۱۹۱۴ء میں جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے بعد بانی سلسلہ احمدیہ کے فرزند مرزا محمود احمد صاحب (رضی اللہ تعالیٰ) کا خلیفہ ثانی کی حیثیت سے انتخاب عمل میں آیا۔ اب انکی عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہے اور آجکل وہ صاحب فراش ہیں۔

احمدیت کی تحریک انگلستان میں ۱۹۱۷ء میں ہی پہنچ گئی تھی۔ اپنے وطن یعنی ہندوستان میں اسے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن یہ مخالفت اس کے مزید بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موجب بنی ۱۹۴۴ء میں جو جماعت کیطرف سے ہندوستان سے باہر کے ممالک میں تبلیغ اسلام کی غرض سے طوعی طور پر ایک فنڈ کے قیام میں شمولیت کی گئی لیکن دوسری عالمی جنگ چھڑ جانے کے باعث مبلغین اسلام کا پہلا گروپ ۱۹۴۵ء سے قبل باہر نہ بھجوایا جا سکا۔ مبلغین کے اس پہلے گروپ میں شیخ ناصر احمد بھی شامل تھے۔ جنہیں یورپ بھجوایا گیا۔ آجکل وہ زیورک میں تبلیغ اسلام کا کام کر رہے ہیں۔ اس دوران میں یہ جماعت دنیا کے اور بہت سے حصوں میں بھی پھیل گئی ہے۔ جہاں تک یورپ کا تعلق ہے لندن، ہمبورگ، فرانکفورٹ، میڈرڈ، دی ہیگ، زیورک اور سٹاک ہالم میں اب اس جماعت کے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں۔ امریکہ کے شہروں میں سے واشنگٹن، لاس انجلز، نیویارک، پٹسبرگ اور شگاگو میں بھی اس کی شاخیں موجود ہیں۔ اس کے آگے گریناڈا، ٹرینیڈاڈ، اور ڈچ گی آنا میں بھی یہ لوگ مصروف کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، لائبیریا، اور مشرقی افریقہ میں بھی ان کی خاصی جمعیت ہے۔ مشرق وسطی اور ایشیا میں مسقط، دمشق، بیروت ماریشس، برطانوی شمالی بورنیو، کولمبو رنگون، سنگاپور اور انڈونیشیا میں ان کے تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں۔

دوسری عالمگیر جنگ سے قبل ہی قرآن کا دنیا کی سات مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ اب تک ڈچ، جرمن، اور انگریزی میں پورے قرآن مجید کے تراجم عربی متن کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ عنقریب روسی ترجمہ بھی منظر عام پر آ جائے گا۔

اس جماعت کا نصب العین بہت بلند ہے اور وہ یہ کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی مذہب کا پابند بنا کر انہیں باہم متحد کر دیا جائے وہ مذہب احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے۔ اس کے ذریعہ یہ لوگ پوری انسانیت کو اسلامی اخوت کے رشتہ میں منسلک کر کے دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں توقع ہے کہ بالآخر تمام بنی نوع انسان اسلام کی آغوش میں آ کر مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ جماعت خود اور اس کا اپنے مولد و مسکن سے نکل کر پوری دنیا پر اس قدر مضبوطی سے پھیل جانا نوع انسان کی روحانی تاریخ کے دیگر عجیب و غریب واقعات میں سے ایک عجیب و غریب واقعہ اور نشان ہے جو نئی زمانہ بنی نوع انسان کے ذہنی الجھاؤ اور انتشار پر دلالت کرتا ہے۔

احمدیت اور اسلام کا مسیح کی صلیب کو پوری طرح سے رد کر دینا اس امر کا آئینہ دار ہے کہ یہ جماعت بھی نجات کی آسمانی امید سے تہی دست ہے۔ کیونکہ دنیا کے نجات دہندہ کی صلیب انسانیت کی موجودہ پراگندگی اور انتشار کے باوجود مفاہمت کی وہ واحد علامت ہے جو انسانوں کا خدا سے رشتہ جوڑنے کی ضمانت دے سکتی ہے اور آئندہ بھی ہمیشہ دیتی رہے گی"۔

ہرچند کہ سوئٹزرلینڈ کے مذکورہ بالا اخبار کا یہ نوٹ مخالفانہ جذبہ کے ماتحت لکھا گیا ہے۔ اور اس میں قبر مسیح کی دریافت سے متعلق ثابت شدہ تاریخی حقائق کو جھٹلانے کی بھی کوشش کی گئی ہے۔ اور آخر میں عیسائیت کے بالمقابل اسلام اور احمدیت کو باطل مذہب قرار دینے میں بھی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی گئی۔ تاہم جماعت احمدیہ کے ذریعہ تبلیغ اسلام کی عالمگیر مہم اور خود یورپ اور امریکہ میں اس کے بڑھتے ہوئے اثر و نفوذ اور روز افزوں ترقی سے متعلق اعتراف کے رنگ میں اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ اس سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ آج سے ساٹھ پینسٹھ سال قبل یورپ کے نامی گرامی پادری ببانگ دہل یہ اعلان کر رہے تھے۔ کہ اسلام ایک مشرقی مذہب ہے وہ مغرب کی سرزمین میں اپنے پاؤں جما ہی نہیں سکتا۔ آج ان کی نئی نسلیں بصد حسرت و یاس یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو چکی ہیں کہ جماعت احمدیہ کی تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں سر طرف اور ہر سمت میں اسلام ترقی کر رہا ہے حتیٰ کہ مغرب کی فضائیں بھی نعرہ ہائے تکبیر و تحمید سے گونج رہی ہیں۔ کجا وہ تعلّی کہ اسلام مغرب میں پھیل ہی نہیں سکتا اور کجا پریشانی اور گھبراہٹ کا یہ اظہار کہ جماعت احمدیہ کے تبلیغی مشن لندن، ہمبورگ، فرانکفورٹ، دی ہیگ، میڈرڈ، زیورک، سٹاک ہالم واشنگٹن، نیویارک، لاس انجلز پٹسبرگ، شگاگو، ٹرینیڈاڈ اور ڈچ گیانا میں قائم ہو چکے ہیں۔ وہاں مساجد کی تعمیر بپا و عمل میں آ رہی ہیں۔ قرآن مجید کے تراجم پھیلائے جا رہے ہیں۔ اور خود یورپی اور امریکی باشندے عیسائیت کو خیرباد کہہ کہہ کر اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ خدائی نشان نہیں تو اور کیا ہے۔ انتہائی مخالف اور ناسازگار حالات میں بجز خدا کے کون یہ محیر العقول انقلاب لا سکتا تھا۔ بلاشبہ یہ انقلاب خدا تعالیٰ کے فرشتوں نے اس کے اذن سے بپا کیا ہے۔ اور وہی اسے پایۂ تکمیل کو پہنچائیں گے۔

اگر تعصب سے پاک ہو کر دیکھا جائے تو اس میں صاف خدائی ہاتھ کام کرتا دکھائی دیتا ہے۔ آج سے ۶۵ سال قبل سرزمین برصغیر سے بیک وقت دو آوازیں بلند ہوتی ہیں۔ ایک عیسائیت کے نمائندے (ڈاکٹر جان ہنری بیروز ڈی۔ ڈی) کی طرف سے کہ اسلام مغرب میں کبھی پھیل ہی نہیں سکتا اور ایک اسلام کے بطل جلیل (حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی طرف سے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنے الہام خاص سے خبر دی ہے کہ اب اسلام دنیا میں پھیلے گا۔ اور اس شان سے پھیلے گا۔ اور اس شان سے پھیلے گا کہ ہر قوم اس کے آسمانی جھنڈے کے نیچے آئے گی۔ کالے اور گورے زرد اور گندم گوں الغرض ہر قوم اور ہر نسل کے لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔ کیا مشرق اور کیا مغرب ہر جگہ اسلام غالب آئے گا اور اس شان سے غالب آئے گا کہ دنیا میں ایک ہی مذہب ہو گا اور ایک ہی پیشوا، ایک ہی کتاب ہو گی اور ایک ہی قبلہ، دنیا شاہد ہے کہ ان دو باہم مخالف و متضاد اعلانوں پر نصف صدی بھی گذرنے نہیں پائی کہ اسلام مغرب میں پھیلنا شروع ہو جاتا ہے۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا، کیا امریکہ اور کیا افریقہ بیک وقت ہر براعظم میں اسلام کی منادی ہونے لگتی ہے۔ کیا یہ صورت حال اس امر پر دال نہیں ہے کہ بات خدا کی ہی غالب رہی؟ کیا آج آسمان کی فضائے بسیط پر کلمۃ اللہ ھی العلیا (التوبہ آیت ۴۰) کی آیت درخشندہ حروف میں لکھی ہوئی نظر نہیں آ رہی؟ مغرب میں اسلام کی روز افزوں ترقی کے بارہ میں سوئس اخبار کا مذکورہ بالا اعتراف اس امر کا بین ثبوت ہے کہ بات خدا کی ہی پوری ہوئی اور ہوتی چلی جائے گی۔ یہاں تک کہ اسلام پورے کرۂ ارض پر محیط ہو جائے گا۔ خدائی فیصلے محکم اور اٹل ہیں کوئی نہیں جو اس کی مشیت کے خلاف دم مار سکے۔ مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں:

جس بات کو کہے کہ کروں گا یہ میں ضرور
ٹلتی نہیں وہ بات خدائی یہی تو ہے

یہ اس کا محکم اور اٹل فیصلہ ہے کہ اب اسلام دنیا میں غالب آ کر رہے گا اور آئے گا بھی مسیح پاک علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت کے ذریعے۔ دنیا کی کوئی طاقت خواہ وہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو اسلام کے اس موجودہ غلبہ کو روک نہیں سکتی اور نہ خدا کی راہ میں حائل ہو سکتی ہے۔

(بشکریہ ماہنامہ انصار اللہ ربوہ بابت اگست ۱۹۶۳ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

۱۔ احباب جماعت کے نام:۔ اضافہ چندہ جات کیلئے

"اپنے چندوں کو بڑھاؤ اور خدا کی رحمت کو کھینچو۔ کیونکہ جتنا تم چندہ دوگے اس سے ہزاروں گنے تمہیں ملے گا۔ اور دنیا کی ساری دولت کھینچکر تمہارے قدموں میں ڈال دی جائیگی جس کے متعلق تمہارا فرض ہوگا کہ سلسلہ احمدیہ کیلئے خرچ کرو تاکہ دنیا کے چپّہ چپّہ پر مبلغ بھیجے جا سکیں اور ساری دنیا میں اسلام پھیل جائے اور دنیا کی ساری حکومتیں اسلام میں داخل ہوجائیں۔ آپ کو یہ بات بڑی معلوم ہوتی ہوگی مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑی نہیں۔"

۲۔ عہدیداران جماعت کے نام:۔ بقایاداران اور بے شرح افراد کی اصلاح کیلئے

"جہاں تک میں سمجھتا ہوں ہمارے بجٹ میں کمی کا بڑا دخل ان نادہندگان کا ہے جو سلسلہ میں شامل ہونے کے باوجود اخلاص کی کمی کی وجہ سے مالی قربانیوں میں حصہ نہیں لیتے۔ اسی طرح وہ لوگ جو مقررہ شرح کے مطابق چندہ نہیں دیتے یا بقایوں کی ادائیگی میں سستی سے کام لیتے ہیں۔ ان کی غفلت بھی سلسلہ کیلئے نقصان کا موجب ہو رہی ہے پس میں تمام امراء اور سیکرٹریان جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ انہیں روحانی اور تربیتی اصلاح کے ساتھ ساتھ نادہندوں اور شرح سے کم چندہ دینے والوں کے بارہ میں اپنی ذمہ داری سمجھنی چاہیئے تاکہ ان میں بھی قربانی کا جذبہ پیدا ہو اور وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں کے دوش بدوش اسلام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے ثواب میں شریک ہوسکیں۔" — مزید فرمایا:۔

"میں ان دوستوں کو جن کے ذمہ بقائے ہیں توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے بقائے جلد ادا کریں وہ مجھے یہ بات یاد نہ دلائیں کہ اس وقت مشکلات زیادہ ہیں یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے۔"

۳۔ ادائیگی چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق:۔

"چندہ جلسہ سالانہ شروع سال میں ہی ادا کرنا چاہیئے تاکہ جلسہ سالانہ کے لئے اجناس و دیگر سامان بروقت خرید لیا جائے۔"

۴۔ زکوٰۃ کے متعلق:۔

"تیسری چیز جس پر خصوصیت سے اسلام نے زور دیا ہے اور جس کی طرف بار بار قرآن کریم میں توجہ دلائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ روپیہ بیشک کماؤ مگر جو کچھ کماؤ اس پر زکوٰۃ ادا کرو۔ اور اگر کوئی شخص باقاعدگی سے زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ دنیا کو دین کی خاطر کما رہا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص زکوٰۃ نہیں دیتا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ دنیا محض دنیا کی خاطر کما رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا شوق اس کے دل میں نہیں ہے۔ اگر واقعہ میں اس کے دل میں خدا تعالیٰ کے قرب اور اس کی محبت کو جذب کرنے کا احساس ہوتا علاوہ اگر وہ دنیا کو دین کی خاطر کما رہا ہوتا تو اس کا فرض تھا کہ وہ اپنے مال میں سے خدا تعالیٰ کا حق ادا کرتا اور پوری دیانتداری کے ساتھ کرتا۔ لیکن جب وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تو یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے کہ وہ شیطان کا تابع ہے خدا تعالیٰ کے احکام کے تابع نہیں۔"

احباب جماعت و عہدیداران کرام اپنے نام اپنے پیارے امام کے ارشادات پڑھ لیں اور ان کی تعمیل میں اپنی ذاتی اور خاندانی مشکلات کے مقابل پر سلسلہ کی مشکلات کو مقدم رکھتے ہوئے ایثار و قربانی کا اعلیٰ نمونہ پیش کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔

جملہ امراء، صدر صاحبان، مبلغین کرام، سیکرٹریان مال اور احباب جماعت کی خدمت میں اس بارے میں خاص تعاون و کوشش کی درخواست ہے۔ تاکہ خدا تعالیٰ کے وعدہ جات کے پورا ہونے میں ہمارا ہاتھ بھی ہو اور ہم حسنات دارین کے وارث بن سکیں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ؎

مفت ایں اجر نصرت را دہندت اے اخی ورنہ
قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا

اللہ تعالیٰ جملہ احباب جماعت کو حضور کے ارشادات پر لبیک کہتے ہوئے فرض شناسی اور عملی تعاون کی توفیق دے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

درخواست دعا۔ میرے نسبتی بھائی مکرم قاضی عطاء الرحمٰن صاحب عباسی لاہور کینال پارک سے اطلاع دیتے ہیں کہ وہ اپنے مکان کے حصول کی خاطر کوشش کر رہے ہیں اس میں کامیابی کیلئے دعا کی جائے۔ لہٰذا احباب کرام و درویشان قادیان ان کی کامیابی کے لئے خاص طور پر دعا فرماویں۔

قاضی عبدالحمید درویش قادیان

ولادت

مورخہ ۲۰ اگست کو مولوی محمد ایوب صاحب مبلغ سلسلہ مقیم ہاری پاری گام کو خدا تعالیٰ نے بچہ عطا فرمایا ہے۔ احباب سے گذارش ہے کہ بچے کی درازی عمر نیک اور صالح بننے کے لئے دعا فرماویں۔

ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

وصایا

ذیل کی وصایا منظوری سے قبل شائع کی جا رہی ہیں تاکہ اگر کسی صاحب کو ان وصایا میں سے کسی وصیت کے متعلق کسی جہت سے اعتراض ہو وہ مقبرہ بہشتی قادیان کو فوری تفصیل سے آگاہ فرمائیں (سیکرٹری دفتر مجلس کارپرداز قادیان)

نمبر ۱۳۲۷۷ مسماۃ صغریٰ بیگم زوجہ حکیم محمد سعید صاحب مبلغ سلسلہ احمدیہ قادیان قوم شیخ پیشہ خانہ داری عمر تیس برس تاریخ بیعت پیدائشی ساکن حال قادیان (اصل کشمیر سرینگر) ڈاکخانہ قادیان ضلع گورداسپور صوبہ پنجاب مشرقی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۰ اپریل ۱۹۶۱ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں:۔

میری اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے:۔

۱۔ حق مہر بذمہ خاوند ۔ ۔۔ ۔۔۔ ۳۰۰

۲۔ مشین سنگر مالیتی ۔۔ ۔۔۔ ۱۲۰

۳۔ کانٹے طلائی ½ تولہ مالیتی ۔ ۔۔۔ ۶۰

۴۔ کانٹے طلائی وزنی ۹ ماشہ مالیتی ۔۔ ۔۔۔ ۹۰

۵۔ انگشتری طلائی وزنی مالیتی ۔۔ ۔۔۔ ۴۰

۶۔ نقد موجود ۔۔۔ ۔۔۔ ۱۲۰

میزان ۔۔۔ ۷۳۰ روپے

کل جو مذکورہ مہر تقاضی ہیں سے ۳۰۰/- روپیہ وصول کر چکی ہوں اور اس وصول شدہ رقم سے سنگر مشین ۱۲۰/- یکصد بیس روپے۔ کانٹے طلائی ۹۰/- اور سا ٹھ روپیہ نقد بنک میں جمع ۱۲۰/- یکصد بیس روپے کی جائیداد موجود ہے آئیٹم ۲ و ۳ و ۶ میں درج کر دی گئی ہے کل منقولہ و غیر منقولہ ۷۳۰/- سات سو تیس روپے کی ⅒ حصہ کی وصیت بنام صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ میری کوئی جائداد نہیں ہے۔ اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو تو اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی اگر آئندہ کوئی جائداد میرے قبضہ میں آئی یا پیدا کروں گی تو اسکی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ میرا انجام بالخیر فرمائے۔ الامتہ دستخط اردو صغریٰ بیگم بقلم خود اہلیہ حکیم محمد سعید صاحب مبلغ سلسلہ عالیہ احمدیہ۔ گواہ شد حکیم محمد سعید مبلغ ۹ 4/61 گواہ شد محمد حفیظ بقا پوری ایڈیٹر بدر ۹ 4/61۔ تحریر نمود خاکسار حکیم محمد سعید مبلغ سلسلہ احمدیہ ۹ 4/61۔

نمبر ۱۳۲۷۹ منکہ حوالدار محمد ابراہیم ولد سلطان اللہ قوم بھٹی پیشہ زمینداری عمر ۵۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن پٹھانہ تیر ڈاکخانہ سلواہ تحصیل مہنڈر ضلع پونچھ صوبہ جموں بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲ اپریل ۱۹۶۱ء کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے:۔

ایک منزلہ پختہ مکان مشتمل بہ پانچ کمرے واقع موضع پٹھانہ تیر تحصیل مہنڈر ضلع پونچھ ہے جس کی قیمت تقریباً ۱۰۰۰ روپیہ ہے میں اس کے ⅒ حصہ کی وصیت مبلغ ۵۰/- روپے بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اگر اس کے بعد کوئی اور جائیداد پیدا کروں تو اس کی اطلاع کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور اس جائداد پر بھی وصیت حاوی ہوگی۔ میرے قبضہ میں ۴ کنال ۱۰ مرلہ رکڑ زمین ہے جس کی قیمت تقریباً ۲۱۳/- ہے اس کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ کرتا ہوں اور نیز اس کی پیداوار جو بآمد ہوتی رہے گی اس کے ⅒ حصہ آمد کی رقم بھی مرکز داخل کرتا رہوں گا۔ تحریر 4/61 ۲۱

العبد حوالدار محمد ابراہیم ولد سلطان اللہ قوم بھٹی ساکن موضع پٹھانہ تیر تحصیل مہنڈر ضلع پونچھ 4/61 ۲۱۔ گواہ شد محمد صدیق ثانی ولد خواجہ محمد صاحب ساکن دیگر بھدرواہ۔ گواہ شد محمد یوسف ولد ابو عطاء اللہ قوم کشمیری ساکن جموں شہر حال وارد پونچھ

نمبر ۱۳۲۸۰ مسماۃ عائشہ بیگم زوجہ مرحوم فتح محمد صاحب قوم شیخ پیشہ خانہ داری عمر ۲۸ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن قادیان ضلع گورداسپور صوبہ مشرقی پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 4/61 ۲۲ کو مندرجہ ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اس وقت مندرجہ ذیل جائداد ہے:۔

کانٹے طلائی وزنی ۹ ماشہ قیمتی یکصد روپیہ۔ حق مہر مبلغ ۵۰۰/- روپیہ جو میں خاوند سے وصول کر چکی ہوں۔ کل مبلغ ۶۰۰/- روپیہ اس کے علاوہ میری اور کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے۔ میں اس جائیداد کے ⅒ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اگر کوئی رقم بطور حصہ جائداد میں سے داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کر کے باقاعدہ رسید حاصل کر لوں تو وہ حصہ وصیت کردہ سے منہا سمجھی جائے گی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی جائیداد پیدا کروں گی تو اس پر بھی میری یہ وصیت حاوی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس پر

قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور میرے مرنے کے بعد بھی جو میری جائداد ثابت ہو اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ المرقوم قریشی محمد شفیع عابد درویش قادیان موصی نمبر ۹۲۹۲ الامتہ عائشہ بیگم احمدی۔ گواہ شد شیخ محمد درویش قادیان کارکن صدر انجمن احمدیہ خاوند موصیہ گواہ شد محمد شفیع احمد گجراتی درویش قادیان 4/61 ۲۴

نمبر ۱۳۲۸۲ منکہ منیر احمد بانی ولد میاں محمد صدیق صاحب قوم شیخ پیشہ تجارت عمر ۲۹ سال تاریخ بیعت پیدائشی ساکن کولوٹولہ سٹریٹ ڈاکخانہ کلکتہ ضلع کلکتہ صوبہ مغربی بنگال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ اپریل ۱۹۶۱ء کو وصیت حسب ذیل کرتا ہوں

میں اپنے والد صاحب کے زیر سایہ ان کے ساتھ تجارت میں شریک ہوں میری آمد تقریباً ۵۰۰/- روپیہ ماہوار ہے اس کے دسویں (⅒) حصہ کی وصیت کرتا ہوں اس وقت میری کوئی جائداد نہیں ہے تا زیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتا رہوں گا۔ اگر اس کے بعد کوئی جائیداد پیدا کروں یا ماہوار آمد میں خدا کی مہربانی سے اضافہ ہو تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز قادیان کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ نیز میرے مرنے کے بعد میری جس قدر جائداد ثابت ہو گی اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد بمد وصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ العبد منیر احمد۔ گواہ شد شریف احمد بانی برادر موصی نمبر ۷ کولوٹولہ سٹریٹ کلکتہ گواہ شد محمد صدیق بانی والد موصی کولوٹولہ سٹریٹ کلکتہ۔ گواہ شد زبیدہ بیگم والدہ موصی نمبر ۷ کولوٹولہ سٹریٹ کلکتہ

نمبر ۱۳۲۸۳ منکہ شریف احمد بانی ولد میاں محمد صدیق صاحب قوم شیخ پیشہ تجارت عمر ۲۷ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن ۷ کولوٹولہ سٹریٹ کلکتہ ڈاکخانہ کلکتہ ضلع کلکتہ صوبہ مغربی بنگال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۸ اپریل ۱۹۶۱ء کو مندرجہ ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میں اپنے والد کے زیر سایہ انکے ساتھ تجارت میں شریک ہوں۔ میری آمد تقریباً پانچ سو ۵۰۰/- روپیہ ماہوار ہے میں اس کے دسویں (⅒) کی وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائداد نہیں ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتا رہوں گا۔ اگر اس کے بعد کوئی جائداد پیدا کروں یا ماہوار آمد میں خدا کی مہربانی سے اضافہ ہو۔ تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز قادیان کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ نیز میرے مرنے کے بعد میری جس قدر جائداد ثابت ہو گی اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد بمد وصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ العبد شریف احمد گواہ شد محمد صدیق بانی والد موصی نمبر ۷ کولوٹولہ سٹریٹ کلکتہ۔ گواہ شد زبیدہ بیگم والدہ موصی نمبر ۷ کولوٹولہ کلکتہ۔ گواہ شد منیر احمد بانی برادر موصی کلکتہ

نمبر ۱۳۲۸۴ منکہ نصیر احمد بانی ولد میاں محمد صدیق صاحب قوم شیخ پیشہ تجارت عمر ۲۰ سال تاریخ بیعت پیدائشی احمدی ساکن نمبر ۷ کولوٹولہ سٹریٹ ڈاکخانہ کلکتہ ضلع کلکتہ صوبہ مغربی بنگال بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ 4/61 ۲۸ کو حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔

میں اپنے والد صاحب کی زیر سایہ ان کے ساتھ تجارت میں شریک ہوں۔ میری آمد تقریباً ۵۰۰ روپیہ ماہوار ہے میں اس کے دسویں (⅒) حصہ کی وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائداد نہیں ہے میں تا زیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں داخل کرتا رہوں گا اگر اس کے بعد کوئی جائداد پیدا کروں یا ماہوار آمد میں خدا کی مہربانی سے اضافہ ہو تو اس کی اطلاع مجلس کارپرداز قادیان کو دیتا رہوں گا۔ اور اس پر بھی یہ وصیت حاوی ہو گی۔ نیز میرے مرنے کے بعد میری جس قدر جائداد ثابت ہو گی۔ اس کے بھی ⅒ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہو گی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد بمد وصیت خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں۔ تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔

العبد نصیر احمد 4/61 ۲۸ گواہ شد محمد صدیق بانی بقلم خود والد موصی نمبر ۷ کولوٹولہ سٹریٹ کلکتہ۔ گواہ شد منیر احمد برادر موصی نمبر ۷ کولوٹولہ سٹریٹ کلکتہ گواہ شد زبیدہ بیگم والدہ موصی نمبر ۷ کولوٹولہ کلکتہ

چندہ وقف جدید

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ ۱۹۵۷ء کے موقعہ پر تبلیغ اور تربیت کے کام کو تیز تر کرنے کیلئے "وقف جدید کی تحریک" کا اعلان فرمایا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ سے تبلیغ اسلام کے کام کو زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جائے۔ اور اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے۔ چنانچہ حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

"وہ دن آ رہے ہیں کہ جب ساری دنیا احمدیت کے ذریعہ سے
اسلام میں داخل ہو گی۔ اگر اس میں آپ کا حصہ نہیں ہو گا تو کتنی بدقسمتی ہو گی
اگر تم چاہتے ہو کہ میری نگرانی میں اسلام کی فتح کا دن دیکھو تو فوراً اٹھو
اور قربانیوں میں لگ جاؤ تاکہ خدا تعالیٰ تمہاری مدد کرے اور جو کام ہم نے ...

خبریں

گورداسپور ۲۴ ستمبر ایک سرکاری پریس نوٹ مظہر ہے کہ یہ اطلاع ملی ہے کہ ایک آنہ کا سکہ بعض لوگوں کی طرف سے قبول نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا عوام کی اطلاع کے لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ایک آنہ کا سکہ باقاعدہ منظور شدہ سکہ ہے۔ اور اس کو تمام کاروبار اور تجارتی لین دین میں چالو کرنا لازمی ہے۔ یہ طریق نامناسب اور خلافِ قانون ہے کہ ایک آنہ کے سکوں کو قبول نہ کیا جائے۔

کانپور ۲۵ ستمبر۔ پردھان منتری پنڈت نہرو نے آج ڈی۔ اے وی کالج یونین کے زیر اہتمام منعقدہ طلباء کی ایک میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ بھارت کو وقت کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے اس وقت زندگی کے ہر شعبہ میں لائق اشخاص کی ضرورت ہے۔ ایک قوم اپنے تربیت یافتہ اشخاص افراد کی اہلیت سے جانی جاتی ہے نہ کہ ان کی تعداد سے پردھان منتری نے طلباء کو یہی مشورہ دیا۔ جو کہ انہوں نے انقلاب اکتوبر کے فوراً بعد طلباء کو دیا تھا۔ اور بتایا کہ حال ہی میں جب ماسکو گیا تھا۔ تو وہاں ایک ہال میں یک نے ایک لمبی چوڑی دیوار پر بنی ہوئی ایک تصویر دیکھی۔ جس میں لینن طلباء سے مخاطب کر رہا تھا۔ اور اُسے اُن کے سوالات کے جواب دیتے ہوئے دکھایا گیا تھا۔ چنانچہ ایک طالب علم کے اس سوال کے جواب میں کہ طلباء کو کیا کرنا چاہیئے۔ لینن کا جواب یہ تھا کہ پہلا کام تو آپ کا تعلیم حاصل کرنا ہے۔ دوسرا کام جو طلباء کو کرنا چاہیئے وہ حصولِ تعلیم ہے اور تیسرا کام جو آپکو کرنا چاہیئے وہ بھی حصول تعلیم ہی ہے۔ چنانچہ پنڈت نہرو نے کہا کہ تعلیم کا مقصد اپنے آپ کو زندگی کے ہر شعبہ میں کام کرنے کے لئے تیار کرنا ہے۔ پنڈت جی نے لینن کی رائے کی یہ مثال اس وقت پیش کی۔ جبکہ سٹوڈنٹس یونین کے پریذیڈنٹ نے سپاسنامہ میں یہ پوچھا تھا کہ پنڈت جی آپ ہمیں بتائیں کہ ہم کیا کریں؟ چنانچہ پنڈت نہرو نے کہا کہ اس سوال کا جواب وہی ہے جو کہ لینن نے طلباء کو دیا تھا۔ یہاں مطالعہ یا حصول تعلیم کا مقصد یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو پوری طرح آئندہ ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے قابل بنائیں حتیٰ کہ ایک کارپنٹر یا لوہار کو بھی یہ فن سیکھنے کے لئے مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔

چنڈی گڑھ ۲۵ ستمبر وزیر آبپاشی سردار گیان سنگھ راڑیوالہ نے آج پنجاب اسمبلی میں بتایا کہ اس سال بھاری بارشوں اور سیلابوں سے فصلوں اور مکانوں کو ۹ کروڑ ۷۰ لاکھ روپیہ کا نقصان پہنچا ہے۔ جو کہ پچھلے سیلابوں کے مقابلہ میں کافی کم ہے۔ اس وقت تک گورنمنٹ سیلاب زدگان کو ۲۰۹۴۷۶ روپیہ بطور ریلیف کے دیا جا چکی ہے جب کہ پردھان منتری ریلیف فنڈ سے بھی ۷۰ ہزار روپیہ دیا گیا ہے۔ آپ نے مزید کہا کہ کسی سیلاب زدہ علاقہ میں کوئی وبا نہیں پھیلی اور دریائی اور سیلابی کنٹرول سکیموں پر عملدرآمد ہونے کی وجہ سے نقصان کافی کم ہوا ہے۔ آپ نے مزید بتایا کہ تیسرے پلان کے دوران سیلاب کی روک تھام اور فالتو پانی کے نکاس کے نالوں پر ۱۲ کروڑ روپیہ خرچ کرنیکا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

ماسکو ۲۵ ستمبر۔ خلائی سفر کے ایک ماہر پروفیسر جارجی لیکروسکی نے تاس نیوز ایجنسی سے ایک انٹرویو کے دوران میں کہا کہ ہو سکتا ہے کہ روس کے خلائی ہوائی جہاز بہت جلد زمین سے ایک لاکھ کلومیٹر کی بلندی پر زمین کے ارد گرد چکر لگانا شروع کریں گے۔ آپ نے مزید کہا کہ چونکہ زمین کے ارد گرد ریڈیائی لہروں کے حلقے پائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس وقت دو قسم کے خلائی سفر ہو سکتے ہیں۔ ایک طریق تو یہ ہے کہ ریڈیائی لہروں کے خطہ سے نیچے کی فضاء میں خلائی پرواز کی جائے۔ ایسا میجر گگارن اور میجر ٹیٹوف نے کیا ہے۔ دوسرا طریق یہ ہے کہ خلائی ہوا باز ریڈیائی لہروں کے خطہ سے اوپر پرواز کرے۔

کانپور ۲۴ ستمبر۔ پردھان منتری پنڈت جواہر لال نہرو نے کل شام یہاں ایک عظیم میٹنگ میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ آج دنیا کے سامنے سب سے زیادہ اہم سوال یہ ہے کہ ایٹمی جنگ کہ جس کا نوع انسان کو خطرہ ہے کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ اس مسئلہ پر غیر جانبدار ممالک بلگریڈ کانفرنس میں بھی غور کیا گیا تھا۔ اور اُس نے اس امر کی توثیق کی کہ جنگ کے سیاہ بادل جو کہ دنیا پر چھا رہے ہیں سب سے بڑا خطرہ ہے جس پر اولین توجہ دینی چاہیئے۔ پنڈت نہرو نے مزید کہا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ مصیبت کب آئیگی۔ اگر یہ مصیبت آئی تو ہمیں اس کا مقابلہ کرنا پڑیگا میں یقینی کہتا کہ ہندوستان کسی جنگ میں شامل ہوگا۔ اگر دنیا میں جنگ ہوئی تو ہم اس کے اثرات اور اس کے شعلوں کی آنچ سے بچ نہیں سکیں گے۔ ان حالات میں یہ نہایت ضروری ہے کہ ہندوستان کے باشندے ملک کو اقتصادی اور صنعتی طور پر مضبوط بنانے کی کوشش کریں دنیا کو جن خطرات کا سامنا ہے اُن کے پیش نظر ہمارے لئے وقت تھوڑا ہے۔

ایک زرّیں اصول

(بقیہ صفحہ ۲)

احمدیت کے متعلق ایسی ایسی غلط فہمیوں میں مبتلا افراد جب احمدیوں سے ملتے ہیں ان کی عبادات، عملی نمونہ اور دینی خدمات کو بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں۔ تو جھوٹی باتیں پھیلانے والوں کی حقیقت ان پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور پھر زیادہ توجہ کے ساتھ احمدیت کی تبلیغ سنتے اور مخصوص مسائل پر غور کرتے ہیں اور حقیقت کھل جانے پر حلقہ بگوش احمدیت ہو جانے کی سعادت حاصل کر لیتے ہیں۔

خیر یہ تو ایک ان پڑھ قسم کے سادہ لوح مسلمانوں کے ساتھ مخالفین احمدیت کا معاملہ ہے۔ مگر ان لوگوں کی کوششیں اس پر ختم نہیں ہو جاتیں بلکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگوں میں اور بھی رنگ میں غلط فہمیاں پھیلاتے پھرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ان کا طریق بس وہی ہوتا ہے۔ جسے علامہ نے بطور خلاصہ بیان کیا۔ یعنی بجائے اس کے کہ کسی متلاشی حق کو احمدیوں کے پیش کردہ نقطۂ نظر کو انہیں کی تشریح و توضیح کے مطابق بتائیں ان کی تمام تر کوشش یہی ہوتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح صحیح احمدیہ نقطۂ خیال کو خود تراشیدہ تشریحات کے لباس میں چھپا دیں۔

مثلاً عامۃ المسلمین کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ احمدی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتے آپؐ کے بعد اجرائے نبوت کے قائل ہیں۔ اور پھر حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی طرف ایسا دعوئے نبوت منسوب کرتے ہیں۔ جس سے آپؑ نے ہمیشہ ہی انکار کیا حتیٰ کہ آپ کی عبارات کو سیاق و سباق سے منقطع کر کے اعتراض کے رنگ میں پیش کرنا تو مخالفین احمدیت کا معمول بن چکا ہے — ! فی الواقع وہ دن بڑا ہی مبارک ہوگا جب مختلف فرقہ ہائے اسلامیہ کے سرکردہ افراد معاصر الجمعیۃ کے بیان کردہ زرّیں اصول پر کاربند ہونے کا تہیہ کر لیں گے تب ان کی نگاہیں بھی احمدیت و اسلام میں چنداں فرق نہ پائیں گی بلکہ اسلام کے ستودہ رُخ کو احمدیت حقہ کے آئینہ ہی میں دیکھیں گی۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب رضی اللہ عنہ

(بقیہ صفحہ ۸)

کے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف آپ کو حضرت اولاد بخشی بلکہ آگے اس اولاد کے رشتے بھی خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں ہوئے گویا حضرت نواب صاحب مرحوم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان ہر دو خاندانوں میں اور زیادہ مضبوط اور گہرے تعلقات قائم کر دیئے۔ اور حضرت نواب صاحب مرحوم کو ان تعلقات کے قیام میں ایک اہم کڑی کی حیثیت حاصل ہوئی۔

عمر

جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں ذکر ہوا آپ یکم جنوری ۱۸۹۶ء کو پیدا ہوئے تھے۔ اس لحاظ سے آپ کی عمر تقریباً ۶۶ (۶۵ سال ۸ ماہ ۱۸ دن) بنتی ہے اور عجیب بات ہے کہ اتنی ہی عمر کی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اطلاع دی تھی۔ چنانچہ ۱۰ اگست ۱۹۶۱ء کے الفضل میں آپ کا جو نوٹ اپنی علالت اور تحریک دعا کے متعلق شائع ہوا۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا:۔

"چار پانچ سال کا عرصہ ہوا ہے جبکہ میں کافی بیمار تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص مجھے کہتا ہے کہ تمہاری عمر ۶۶ سال کی ہوگی کچھ فاصلہ پر حضرت والد صاحب نواب محمد علی خان صاحبؓ کھڑے ہیں وہ مجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا کہتا ہے میں نے عرض کی کہ کہتا ہے میری عمر ۶۶ سال ہوگی اس پر آپ فرماتے ہیں کہ ہاں ۶۶ سال کی تو ہو ہی جائے گی"

چنانچہ عین اس کے مطابق آپ نے قریباً ۶۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت نواب صاحب کو بلند درجات سے نوازے اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور ان کی اولاد کا خود حافظ و ناصر ہو۔ آمین ٭

تحریک جدید کا مالی سال

۳۰ نومبر کو ختم ہو رہا ہے ابھی تک بہت سے احباب ایسے ہیں جنہوں نے اپنے وعدے ادا نہیں فرمائے۔ شاید وہ یہ سوچ رہے ہوں کہ آخری مہینہ میں ادا کر دیں گے۔ ان کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ اپنے وعدے جلد از جلد ادا فرما دیں تا سال ختم ہو سکے۔ اگر بقایا کی تعداد زیادہ ہو تو ادائیگی مشکل ہو جاتی ہے اور مرکز کے بجٹ پر بھی اثر پڑتا ہے۔

وکیل تحریک جدید قادیان

ہفت روزہ بدر قادیان مورخہ ۲۸-۹-۶۱ ـ رجسٹرڈ نمبر: ایل ۶۷